وَاَنْزَلْنَا اِلَيْکَ الذِّکْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

(سورۃ النحل ۴۴)

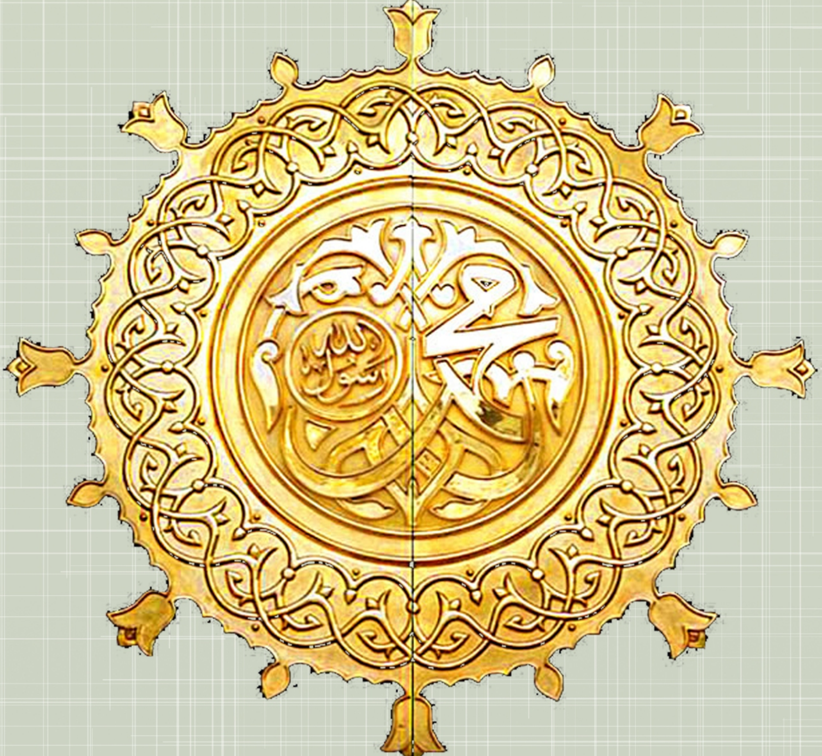

دروسِ حدیث

www.najeebqasmi.com

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

Dr. Mohammad Najeeb Qasmi Sambhali

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ
مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ
(سورۃ النحل ۴۴)

دُرُوسِ حَدِیث

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

Dr. Mohammad Najeeb Qasmi Sambhali

www.najeebqasmi.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

Duroos-e-Hadith

By Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

نام کتاب:	دُروس حدیث
مصنف:	ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی
پہلا ایڈیشن:	مارچ ۲۰۱۸ء
تعداد اشاعت:	پانچ ہزار

www.najeebqasmi.com

najeebqasmi@gmail.com

Published by:

Discover Publishing Ltd, Dublin, Ireland

ISBN:97809957885005

Printed at Nomani Printing Press, Lucknow, India

First Edition (5000 copies)

ایک اہلِ خیر کے تعاون سے کتاب کا پہلا ایڈیشن (پانچ ہزار نسخے) مفت تقسیم کرنے کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس کارِخیر کو قبول فرماکراُن کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے، آمین۔

کتاب مفت ملنے کا پتہ

ڈاکٹر محمد مجیب، دیپاسرائے، سنبھل، یوپی، 244302

Dr. Mohammad Mujeeb, Ballah Ki Pulya

Deepa Sarai, Sambhal U.P. Pin Code: 244302

فہرست

#	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ: محمد نجیب قاسمی سنبھلی	۷
۲	تقریظ: حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب۔مہتمم دارالعلوم دیوبند	۹
۳	تقریظ: حضرت مولانا محمد زکریا سنبھلی صاحب۔شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ	۱۰
۴	تقریظ: پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد خان ندوی۔سابق صدر شعبۂ عربی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی	۱۱
۵	(۱)تمہیدی کلمات (☆)حدیث کی تعریف	۱۴
۶	(☆)حجیتِ حدیث قرآن کریم سے	۱۵
۷	(☆)حجیتِ حدیث نبی اکرم ﷺ کے اقوال سے	۲۲
۸	(☆)حجیتِ حدیث اجماعِ امت سے	۲۳
۹	(☆)قرآنِ کریم میں احکام کی تفصیل مذکور نہیں	۲۴
۱۰	(☆)حدیث کی قسمیں	۲۸
۱۱	(☆)حدیثِ قدسی	۳۰
۱۲	(☆)حدیث کے چند اہم مقاصد	۳۲
۱۳	(☆)تدوینِ حدیث	۳۳
۱۴	(☆)احادیث معتبر ذرائع سے ہی امت تک پہونچیں	۳۵
۱۵	(☆)حضور اکرم ﷺ کے جوامع الکلم (اقوال زریں)	۴۱
۱۶	(۲)اعمال کا دارومدار نیت پر ہے	۵۰
۱۷	کیا زبان سے نیت کرنا ضروری ہے؟	۵۳
۱۸	ریا اور شہرت اعمال کی بربادی کا سبب ہیں	۵۴

#	عنوان	صفحہ
۱۹	(۳) سب سے زیادہ جنت میں لے جانے والا عمل تقویٰ ہے	۵۶
۲۰	اسلام میں تقویٰ کی اہمیت	۵۷
۲۱	تقویٰ کے فوائد	۵۹
۲۲	تقویٰ اور اسلام کے بنیادی ارکان کے درمیان صلہ اور تعلق	۵۹
۲۳	ہم متقی کیسے بنیں؟	٦۱
۲۴	(۴) اللہ پر توکل کرنا انبیاء کرام کا خصوصی شعار	٦۳
۲۵	کیا روزی روٹی کے لیے جدو جہد کرنا توکل کے خلاف ہے؟	٦۳
۲٦	توکل علی اللہ کے حصول کے لیے ایک دعا	٦۹
۲۷	(۵) اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے بہت خوش ہوتے ہیں	۷۰
۲۸	حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوتاہی کرنے پر توبہ کے لیے شرائط	۷۱
۲۹	کوئی شخص کب تک توبہ کرسکتا ہے؟	۷۳
۳۰	سچے دل سے توبہ کرنے پر بڑے گناہوں کی بھی معافی	۷۴
۳۱	(٦) صبر کی توفیق سب سے بہتر اور وسیع تر عطیہ	۷۸
۳۲	صبر کی متعدد اقسام	۷۹
۳۳	(۷) کاروباری، سماجی و گھریلو زندگی میں ہمیشہ سچ بولنا چاہیے	۸۵
۳۴	سچ بولنے کا بہترین بدلہ	۸۸
۳۵	(۸) اطاعت میں میانہ روی	۹۱
۳٦	دین میں آسانی کا مطلب کیا ہے؟	۹۱
۳۷	میانہ روی کے متعلق فرمان رسول ﷺ	۹۵

صفحہ	عنوان	#
۹۸	(۹) اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے ہی زنا جیسے بڑے گناہ سے نجات ممکن	۳۸
۱۰۰	زنا بہت بڑا گناہ ہے	۳۹
۱۰۱	زنا اور فحاشی کے اسباب	۴۰
۱۰۴	زانی کی سزا	۴۱
۱۰۶	(۱۰) اے انسان! ظلم سے باز آجا، ورنہ اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے	۴۲
۱۰۶	ظلم کیا ہے؟	۴۳
۱۰۸	ظلم کے اقسام	۴۴
۱۱۲	مظلوم کیا کرے؟	۴۵
۱۱۳	(۱۱) حقوقِ انسان قرآن وحدیث کی روشنی میں	۴۶
۱۱۳	عام لوگوں کے حقوق	۴۷
۱۱۴	والدین کے حقوق	۴۸
۱۱۵	اولاد کے حقوق	۴۹
۱۱۶	میاں بیوی کے حقوق	۵۰
۱۱۷	پڑوسیوں کے حقوق	۵۱
۱۱۸	رشتہ داروں کے حقوق	۵۲
۱۲۰	(۱۲) کھانے، پینے، سونے اور لباس کے احکام ومسائل	۵۳
۱۲۰	سونے کے آداب	۵۴
۱۲۲	کھانے پینے کے آداب	۵۵
۱۲۴	لباس کے آداب	۵۶

#	عنوان	صفحہ
۵۷	(۱۳) دوسروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں	۱۲۷
۵۸	تواضع وانکساری سے کام لیں	۱۲۷
۵۹	تکبر وحسد سے بچیں اور کسی شخص کو حقیر نہ سمجھیں	۱۲۸
۶۰	سب کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں	۱۲۹
۶۱	سلام میں سبقت کریں	۱۳۰
۶۲	سلام کرنے کے بعض احکام ومسائل	۱۳۱
۶۳	(۱۴) اللہ تعالیٰ کا کریمانہ اصول	۱۳۴
۶۴	ایک برائی پر ایک لیکن اچھائی پر سات سو گنا اجر	۱۳۴
۶۵	انسان کے اعمال کی اقسام	۱۳۴
۶۶	نیک عمل پر اجر وثواب کی کثرت کیوں؟	۱۳۵
۶۷	ہماری مختصر وقیمتی زندگی کا اصل مقصد	۱۳۶
۶۸	آیاتِ قرآنیہ جن میں نیکی پر اجر وثواب کی کثرت مذکور ہے	۱۳۸
۶۹	چند اعمال صالحہ جن پر بڑے اجر وثواب کا وعدہ ہے	۱۳۹
۷۰	(۱۵) نیک عمل کا وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا	۱۴۱
۷۱	تین افراد کا غار میں بند ہونے پر نیک عمل کا وسیلہ بنا کر دعا کرنا	۱۴۱
۷۲	وسیلہ کے اقسام	۱۴۳
۷۳	ایک نیک عمل: والدین کی خدمت	۱۴۶
۷۴	ایک نیک عمل: شرمگاہ کی حفاظت	۱۴۶
۷۵	ایک نیک عمل: حقوق العباد کی ادائیگی اور معاملات میں صفائی	۱۴۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہِ وَاَصْحَابِہِ اَجْمَعِیْن.

پیشِ لفظ

صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین، مفسرین، فقہاء، علماء اور مؤرخین غرضیکہ ابتدائے اسلام سے عصر حاضر تک امتِ مسلمہ کے تمام مکاتبِ فکر نے تسلیم کیا ہے کہ قرآنِ کریم کے بعد حدیثِ نبوی اسلامی قانون کا دوسرا اہم وبنیادی ماخذ ہے اور حدیث نبوی بھی قرآنِ کریم کی طرح شریعتِ اسلامیہ میں قطعی دلیل اور حجت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مرتبہ ذکر فرمایا ہے۔ نیز قرآنِ کریم میں ایک جگہ بھی یہ مذکور نہیں ہے کہ صرف اور صرف قرآنِ کریم پر عمل کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں متعدد جگہوں پر یہ بات واضح طور پر بیان کردی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول ﷺ کی اطاعت بھی ضروری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ غرضیکہ احکامِ قرآن پر عمل کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال یعنی حدیث نبوی کے مطابق زندگی گزارنا ضروری ہے۔ حق تو یہ ہے کہ قرآن فہمی حدیث نبوی کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضور اکرم ﷺ کو یہ ذمہ داری عطا فرمائی گئی ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے قرآنِ کریم کے احکام ومسائل اپنے قول وعمل سے کھول کھول کر بیان کریں۔ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ذمہ داری بحسنِ خوبی انجام دی ہے۔

مستشرقین نے توریت وانجیل کی حفاظت وتدوین کے طریقوں پر چشم پوشی کرکے حدیث نبوی کی حفاظت وتدوین پر اعتراضات کئے ہیں، مگر وہ حقائق کے بجائے صرف اور صرف اسلام دشمنی پر مبنی ہیں کیونکہ جس طرح ایمان کے معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تفریق نہیں کی جاسکتی کہ ایک کو مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے، ٹھیک اسی طرح کلام اللہ اور کلام رسول کے درمیان بھی کسی تفریق کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ایک کو واجب الاطاعت مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے انکار پر دوسرے کا انکار خود بخود لازم آجائے گا۔

قرآن وحدیث کی تعلیمات کو عام کرنے کی غرض سے نئی ٹکنالوجی سے فائدہ اٹھاکر ہر جمعہ کو مفت آن لائن درس قرآن ودرس حدیث کا اہتمام کیا گیا، جس میں ۲۰ منٹ آن لائن درس کے بعد ۱۰ منٹ کا وقفۂ سوال

وجواب بھی منعقد کیا گیا۔ آن لائن کلاسوں کی ویڈیو کو یوٹیوب پر اپلوڈ کر کے اُن کو سوشل میڈیا پر شیئر بھی کیا گیا۔ اس طرح اللہ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے مختلف ممالک سے ہزاروں افراد نے اِن دُروس سے استفادہ کیا اور یہ سلسلہ برابر جاری وساری ہے۔ درس حدیث کے لیے علامہ نوویؒ کی مشہور ومعروف کتاب ''ریاض الصالحین'' کو بنیادی طور پر سامنے رکھ کر ایسے عناوین کا انتخاب کیا جن کو ہمارے معاشرہ کی اشد ضرورت ہے، اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اُن موضوعات پر گفتگو کی۔

عمومی فائدہ کے لیے دُروسِ قرآن ودُروسِ حدیث کو تین زبانوں (اردو، ہندی اور انگریزی) میں توفیقِ الٰہی اور ایک اہل خیر کے تعاون سے عام مسلمانوں خاص طور پر اسکول میں زیر تعلیم طلبہ وطالبات کو مفت تقسیم کرنے لیے شائع کر رہے ہیں تا کہ دینی معلومات کی فراہمی کے ساتھ بچوں اور بچیوں کی صحیح تربیت بھی ہو سکے۔ تمام دُروس ہماری ویب سائٹ (www.najeebqasmi.com) اور ہماری موبائل ایپ (Deen-e-Islam) پر بھی اپلوڈ کر دئے گئے ہیں۔ کتابوں کی زبان کے ماہرین سے ایڈیٹنگ بھی کرائی گئی ہے۔ ہندی کے ترجمہ میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ ترجمہ عام فہم زبان میں ہوتا کہ ہر عام وخاص کے لئے استفادہ کرنا آسان ہو۔ انگریزی کتابوں کو عالمی پیمانہ پر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے تا کہ دنیا کے شرق وغرب میں اس سے استفادہ کیا جا سکے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ان ساری خدمات کو قبولیت ومقبولیت سے نواز کر مجھے اور اِن چھ کتابوں کی اشاعت میں جس شخص نے جس نوعیت سے بھی تعاون پیش کیا ہے سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ نیز حضرت مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی صاحب، حضرت مولانا محمد زکریا سنبھلی صاحب اور پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد خان ندوی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود میری اِن کتابوں کو پڑھ کر اپنی تقریظ تحریر فرمائی۔ ماہر تعلیم اور مشہور تاجر جناب ڈاکٹر ندیم ترین صاحب اور میرے محسن جناب ڈاکٹر شفاعت اللہ خان صاحب کی دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی کے لیے خصوصی طور پر بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتا ہوں جن کی کاوشوں سے تین زبانوں میں چھ کتابوں کی اشاعت کا یہ پروجیکٹ پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے۔

محمد نجیب قاسمی سنبھلی (ریاض) ۱۳ جمادی الاول ۱۴۳۹ھ = ۳۰ جنوری ۲۰۱۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب، مہتمم دارالعلوم دیوبند

جناب مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی کا تعلق مغربی اتر پردیش کے مشہور مردم خیز شہر سنبھل سے ہے جہاں سے متعدد علماء، اکابر، مشائخ، مصلحین اور ارباب تصنیف وتالیف عالم آشکارا ہوئے۔

مولانا موصوف دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور علمی ذوق کے حامل عالمِ دین ہیں، مولانا کا مستقل قیام سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض شہر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا موصوف کو علمی وتصنیفی ذوق کے ساتھ امت کے حق میں دلِ دردمند بھی عطا فرمایا ہے۔ مولانا کے اصلاحی ودعوتی مضامین سعودی عرب، ہندوستان اور دیگر ممالک کے مختلف اخبارات اور مجلّات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

مولانا قاسمی نے نئی ٹکنالوجی کو دینی تعلیم اور تبلیغ کے لیے بہترین وسیلہ کے طور پر استعمال کرنے کی مثال قائم کی۔ چنانچہ دین اسلام (Deen-e-Islam) کے نام سے موصوف نے مختلف دینی موضوعات پر مشتمل اردو، ہندی اور انگریزی میں ایک موبائل ایپ تیار کی ہے جو کافی مقبولیت حاصل کرچکی ہے۔ نیز حج وعمرہ کے سلسلہ میں رہنمائی کے لیے اردو، ہندی اور انگریزی میں ایک مستقل ایپ (Hajj-e-Mabroor) اس عنوان پر مصروف خدمت ہے۔ اسی کے ساتھ مولانا نے آن لائن دُروس قرآن ودُروس حدیث کا سلسلہ شروع فرمایا ہے، جس سے مختلف ممالک سے لوگ استفادہ کررہے ہیں، نیز سوشل میڈیا کے ذریعہ یہ دُروس ملت تک برابر پہونچتے رہتے ہیں۔

یہ خبر بہت مسرت افزا ہے کہ اِن دونوں دُروس کا پہلا مجموعہ اردو، ہندی اور انگریزی تینوں زبانوں میں بڑی تعداد میں شائع ہونے والا ہے۔ بندہ نے دونوں دُروس پر نظر ڈالی اور ان کو امت کے لیے بہت ہی نافع اور مفید پایا، زبان اور اندازِ بیان سہل اور دل کش ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو قائم رکھنے اور مزید وسعت دینے کی توفیق بخشے اور امت کو استفادہ کا موقع عطا فرمائے۔ آمین،،،

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ، مہتمم دارالعلوم دیوبند

۲۵-۰۴-۱۴۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا محمد زکریا سنبھلی صاحب۔شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ

عزیز محترم مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی ایک علمی ودینی خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ان کے دادا حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلیؒ کا شمار اپنے عہد کے اُن جلیل القدر علماء میں ہوتا تھا جنہوں نے مدارس میں تدریس حدیث کے ساتھ ساتھ مدارس کے باہر کی گوناگوں دینی خدمات میں ہر طرح کی شرکت کی۔ ان کے نانا مولانا مفتی مشرف حسین صاحب سنبھلیؒ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے، اور عرصۂ دراز تک مختلف مدارس میں صحاحِ ستہ کے استاذ رہے تھے۔خود مولانا محمد نجیب صاحب بھی فاضلِ دارالعلوم دیوبند ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے علم کے ساتھ ساتھ سلامتیٔ طبع بھی نصیب فرمائی ہے، وہ کافی عرصہ سے علمی ودینی موضوعات پر لکھتے رہتے ہیں، اور آج کل کے ذرائع ابلاغ وتبلیغ میں ان کے مضامین دنیا کے کونے کونے تک پہنچتے رہے ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انہوں نے بنیادی اصلاحی مضامین سے متعلق حدیثِ نبوی کے دُروس کا یہ مجموعہ ترتیب دیا ہے۔ان دُروس سے پہلے حدیثِ نبوی سے متعلق جو اہم اور ضروری باتیں تحریر کی گئی ہیں وہ بھی قارئین کے لیے نہایت مفید ہیں۔

مولانا کا علم گہرا اور زبان سلیس ورواں ہے، اس لیے امید ہے کہ یہ دُروس بہت ہی مفید اور کار آمد ہوں گے۔اللہ تعالیٰ اس مجموعہ سے لوگوں کو نفع پہنچائے اور خود مولانا کے لیے اسے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین۔

محمد زکریا سنبھلی، لکھنؤ

۷ جمادی الاول ۱۴۳۹ھ ۲۵ جنوری ۲۰۱۸ء

تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد خان ندوی۔ سابق صدر شعبۂ عربی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی کی ایک دوسری کتاب ''دروس حدیث'' ہے۔ یہ کتاب حدیثِ نبوی شریف کے موضوع پر ایک جامع اور مفید تعارفی مقدمہ کے ساتھ ۱۵ دروس پر مشتمل ہے۔ ارشاداتِ رسول سے ماٴخوذ منتخب اقوالِ زریں (جوامع الکلم) اور اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (اعمال کا دارومدار نیت پر ہے) پر سیر حاصل گفتگو کرنے کے بعد موٴلف نے تقویٰ، توکل علی اللہ، صدق، میانہ روی واعتدال، ناجائز جنسی تعلقات سے اجتناب، ظلم سے پرہیز، حقوق العباد، حقوق الوالدین، حقوق الاولاد، حقوق الزوجین، کھانے پینے کے آداب، لباس کے احکام، دوسروں کے ساتھ نرمی سے برتاؤ، سلام میں سبقت کرنے کی فضیلت، ارحم الراحمین کی کرم گستری اور نیک اعمال کے وسیلے سے مانگی گئی دعا کی قبولیت جیسے موضوعات پر مفید، نفع بخش، پرمغز اور سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

حدیث کا لفظ اردو زبان میں صرف حدیث رسول ﷺ کے لیے عموماً مستعمل ہے، جب کہ عربی میں اس کے لغوی معنی گفتگو (Talk) یا جدید (Modern) کے بھی ہیں۔ اصطلاحاً رسول اللہ ﷺ سے منقول ومروی قول، فعل، تقریر اور صحابۂ کرام سے مروی اوصافِ رسول ﷺ کو حدیث کہا جاتا ہے۔ تقریر سے مراد وہ فعل ہوتا ہے جو آپ ﷺ کے سامنے ہوا، آپ ﷺ نے دیکھا، سکوت اختیار کیا اور منع نہیں فرمایا۔

حدیثیں درحقیقت قرآنی آیات میں وارد احکام کی تشریح وتوضیح اور عملی تطبیقات ہوتی ہیں۔ مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی کا حکم قرآن میں ہے لیکن ان کی ادائیگی کے طریقے سیرت رسول ﷺ ہی میں ملیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِی اُصَلِّی نماز ایسے پڑھو جیسے میں پڑھتا ہوں۔ حج وغیرہ کے سلسلہ میں بھی اس طرح کی احادیث مروی ہیں، مثلاً حُجُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِی اَحُجُّ (اَوْ کَمَا قَالَ علیه السلام)۔ قرآنِ حکیم نے تائید بھی کی: مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورۃ النساء) جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔ دوسری جگہ فرمانِ الٰہی ہے: وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (سورۃ النجم) اللہ کے رسول اپنی طرف سے من مانی بات نہیں کرتے۔ وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں، وحی ہی ہوتی ہے۔

مولانا رومیؒ نے کہا: گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گر چہ از حلقوم عبداللہ بود

علامہ اقبالؒ نے بھی کہا:

بہ مصطفیٰ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

ارشادِ رسول ﷺ ہے: اللہ اس کو خوش خرم رکھے جس نے مجھ سے کوئی حدیث سنی اور بخوبی محفوظ کی، پھر اسے دوسروں تک پہنچائی۔ نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثاً فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ (اَوْ كَمَا قَال عليه السلام)۔

اب صورت حال یہ ہے کہ حدیث کا فن منظّم و مستحکم فن ہے۔ جرح وتعدیل، معرفۃ الاسناد واسماء الرجال کی چھان بین اور تفتیش وتحقیق پر ماڈرن ٹکنالوجی کے وسائل سے مزین بیش بہا علمی ذخائر دنیا بھر کی لائبریریوں میں موجود اور انٹرنیٹ پر بہ آسانی دستیاب ہیں۔

یہ کتاب ''دروس حدیث'' ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی کے اختصاص پر مبنی ہے۔ اس کے علاوہ وہ ''دروس قرآن'' بھی تیار کر چکے ہیں۔ موصوف ۲۲ برس سے ہم سے بہت قریب ہیں۔ ۱۹۹۵ء سے جب وہ بی اے (آنرز) کے طالب علم کی حیثیت سے جامعہ ملیہ اسلامیہ آئے تھے۔ بی اے کے ساتھ ساتھ انہوں نے ڈپلومہ اِن موڈرن عربک اور ایڈوانسڈ ڈپلومہ ان عربک انگلش ٹرانسلیشن کی اسناد حاصل کیں۔ پھر دہلی یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری حاصل کرکے جامعہ میں پی ایچ ڈی کورس میں داخل ہوئے اور ''اَلْجَوَانِبُ الادَبِيةُ وَالبَلاغِيةُ وَالْجَمَالِيةُ فِي الْحَدِيْثِ النَّبَوِى الشَّرِيف'' کے موضوع پر راقم الحروف کی زیر نگرانی کام مکمل کرکے بحسنِ خوبی ڈاکٹریٹ حاصل کی۔ اب وہ ماشاء اللہ برسہا برس سے سعودی عرب کے علمی ودینی سرچشموں سے براہِ راست استفادہ کرتے ہوئے اپنے اختصاص کے ذوق کی بھرپور آبیاری کر رہے ہیں اور عربی اردو وانگریزی زبانوں میں برابر لکھتے ہیں۔

امید کی جاتی ہے کہ دیگر ذمہ داریوں کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ ان کی نگارشات کا سلسلہ جاری رہے گا اور عوام وخواص کی ذہنی بیداری اور علمی ودینی تربیت کا ذریعہ بن کر صدقۂ جاریہ کے شرف اور بقائے دوام کی نعمت سے انہیں سرفراز کرے گا۔

آمین یارب العالمین، والحمد للّٰه رب العالمین، والعاقبة للمتقين، وصلى اللّٰه على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين

شفیق احمد خان ندوی، نئی دہلی (۱۰ جمادی الاول ۱۴۳۹ھ ۲۸ جنوری ۲۰۱۸ء)

تمہیدی وتعارفی کلمات

☆ حدیث کی تعریف

☆ حجیتِ حدیث قرآن کریم، احادیث نبویہ اور اجماعِ امت سے

☆ قرآن کریم میں احکام کی تفصیل مذکور نہیں

☆ حدیث کی قسمیں

☆ حدیث کے چند اہم مقاصد

☆ تدوینِ حدیث

☆ احادیث معتبر ذرائع سے ہی امت کو پہونچیں

☆ حضور اکرم ﷺ کے جوامع الکلم (اقوال زریں)

حدیث کی تعریف:

اُس کلام کو حدیث کہا جاتا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کے قول یا عمل یا کسی صحابی کے عمل پر آپ ﷺ کے سکوت، یا آپ ﷺ کی صفات میں سے کسی صفت کا ذکر کیا گیا ہو۔

حدیث کے دو اہم جز ہوتے ہیں۔

(۱) سند: جن واسطوں سے نبی اکرم ﷺ کا قول یا عمل یا تقریر یا آپ ﷺ کی کوئی صفت امت تک پہونچی ہو۔

(۲) متن: وہ کلام جس میں نبی اکرم ﷺ کے قول یا عمل یا تقریر یا آپ ﷺ کی کوئی صفت ذکر کی گئی ہو۔

مثال کے طور پر:

عن فلان عن فلان عن عمر بن الخطاب عن رسول اللّٰہ ﷺ قال:

فلاں شخص نے فلاں شخص سے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

یہ **سند حدیث** ہے۔

اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ.

اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

یہ نبی اکرم ﷺ کا قول ہے، جو **متن حدیث** ہے۔

حجیت کے معنی: حجیت کے معنی استدلال (کسی حکم کو ثابت کرنا) کے ہیں، یعنی قرآن کریم کی طرح احادیثِ مبارکہ سے بھی عقائد واحکام وفضائلِ اعمال ثابت ہوتے ہیں، البتہ اس کا درجہ قرآنِ کریم کے بعد ہے۔

حجیتِ حدیث قرآن کریم سے:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں متعدد مرتبہ حدیثِ رسول ﷺ کے قطعی دلیل ہونے کو بیان فرمایا ہے، جن میں سے چند آیات مندرجہ ذیل ہیں:

☆ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ (سورۃ النحل ۴۴) یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے کہ لوگوں کی جانب جو حکم نازل فرمایا گیا ہے، آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں، شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔

☆ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَھُمُ الَّذِیْ اخْتَلَفُوا فِیْهِ (سورۃ النحل ۶۴) یہ کتاب ہم نے آپ پر اس لئے اتاری ہے کہ آپ ان کے لئے ہر چیز کو واضح کردیں جس میں وہ اختلاف کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں آیات میں واضح طور پر فرمادیا کہ قرآن کریم کے مفسر اوّل حضور اکرم ﷺ ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو یہ ذمہ داری عطا کی گئی ہے کہ آپ امت مسلمہ کے سامنے قرآن کریم کے احکام ومسائل کھول کھول کر بیان کریں۔

☆ وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَانَھَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا (سورۃ الحشر ۷) تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ۔

☆ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (سورۃ آل عمران ۱۳۲) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

☆ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (سورۃ النساء ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔

☆ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ (سورۃ آل عمران ۳۲) اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ اگر یہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

☆ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْآ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (سورۃ النساء ۵۹) اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ اور اس کے رسول کی طرف۔

☆ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا، فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْآ اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ (سورۃ المائدہ ۹۲) تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور ڈرتے رہو۔ اگر منہ پھیرو گے تو یہ جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

☆ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (سورۃ الانفال ۱) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم ایمان والے ہو۔

☆ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْآ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ (سورۃ الانفال ۲۰) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اس کی فرمانبرداری سے روگردانی نہ کرو سنتے جانتے ہوئے۔

☆ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا (سورۃ الانفال ۴۶) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور صبر کرو۔

☆ وَيُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَيُؤتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، اُولٰئِکَ سَيَرُحَمُهُمُ اللّٰهُ (سورۃ التوبہ ۷۱)(مومن مرد اور مومن عورتیں سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا کام کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں)، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔

☆ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤمِنِينَ اِذَا دُعُوٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُولُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (سورۃ النور ۵۱) ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا۔

☆ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰئِکَ هُمُ الْفَائِزُونَ (سورۃ النور ۵۲) جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے، اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے، وہی لوگ کامیاب ہیں۔

☆ قُلْ اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ، فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ (سورۃ النور ۵۴) اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمہ تو صرف وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا ہے اور تم پر اسکی جوابدہی ہے جو تم پر لازم کیا گیا ہے۔

☆ وَاَقِيمُوا الصَّلاةَ وَآتُو الزَّكَاةَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (سورۃ النور ۵۶) نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ کی ادائیگی کرو، اور رسول کی اطاعت کرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

☆ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْآ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْآ اَعْمَالَكُمْ (سورۃ محمد۳۳) اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

☆ فَاَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ (سورۃ المجادلہ۱۳) تو اب نمازوں کو قائم رکھو، زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو۔

☆ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ، فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ (سورۃ التغابن۱۲) اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ پس اگر تم اعراض کرو تو ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

ان تمام آیات میں اتباع رسول کا حکم دیا گیا ہے۔ کہیں فرمایا: ﴿اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول﴾، کہیں فرمایا: ﴿اطیعوا اللہ ورسولہ﴾، کسی جگہ ارشاد ہے: ﴿اطیعوا اللہ والرسول﴾ اور کسی آیت میں ارشاد ہے: ﴿اطیعوا الرسول﴾۔ ان سب جگہوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں سے ایک ہی مطالبہ ہے کہ فرمانِ الٰہی کی تعمیل کرو اور ارشادِ نبوی ﷺ کی اطاعت کرو۔

☆ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (سورۃ النساء۸۰) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اطاعتِ الٰہی قرار دیتے ہوئے فرمایا: جس شخص نے رسول اللہ کی اطاعت کی، اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

☆ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (سورۃ آل عمران۳۱) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اطاعتِ رسول کو حب الٰہی کا معیار قرار دیا یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت رسول اکرم ﷺ کی اطاعت میں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے

نبی! لوگوں سے کہہ دیں کہ اگر تم حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔

☆ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا، وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورۃ النساء ۱۳۔۱۴) جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے اللہ تعالیٰ ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے گا، اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔ غرضیکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہ کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

☆ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ، وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَاباً اَلِيْماً (سورۃ الفتح ۱۷) جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے اللہ تعالیٰ ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور جو منہ پھیرے گا، اسے وہ دردناک عذاب دے گا۔ ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ہمیشہ ہمیشہ کی جنت اور اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی پر ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب کا فیصلہ فرمایا۔

☆ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (سورۃ النساء ۶۹) جو

لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام نازل فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کا حشر انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوگا۔

☆ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ. وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (سورۃ الاحزاب ۳۶) کسی مؤمن مرد و مؤمنہ عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر اسے اس معاملہ میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔

☆ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورۃ النساء ۶۵) (اے میرے نبی!) تیرے رب کی قسم! یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو، اس پر اپنے دلوں میں تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ سرِ تسلیم خم کر دیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کی نافرمانی کو عدم ایمان کی نشانی اور آپ ﷺ کی اطاعت کو ایمان کی علامت قرار دیا۔

☆ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورۃ البقرہ ۱۲۹) اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب و حکمت سکھائے۔

(کتاب سے مراد قرآن کریم اور حکمت سے مراد حدیث ہے)

☆ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (سورۃ الانفال ۲۴) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جبکہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔

☆ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (سورۃ الاحزاب ۲۱) یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔ یعنی نبی اکرم ﷺ کی زندگی جو احادیث کے ذخیرہ کی شکل میں ہمارے پاس محفوظ ہے کل قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے کہ ہم اپنی زندگیاں اسی نمونہ کے مطابق گزاریں۔

☆ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا (سورۃ النساء ۱۱۵) اس آیت میں اللہ تعالیٰ حکم رسول ﷺ اور سنت نبوی ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کو جہنم کی سزا سناتے ہوئے فرماتا ہے: جو شخص رسول کا خلاف کرے اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور کے راستے پر چلے جبکہ ہدایت اس پر واضح ہو چکی ہے تو اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے، جو بدترین ٹھکانا ہے۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں متعدد جگہوں پر یہ بات واضح طور پر بیان کردی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول ﷺ کی اطاعت بھی ضروری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت

رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول کی اطاعت کا حکم دیا اور رسول کی اطاعت جن واسطوں سے ہم تک پہونچی ہے یعنی احادیث کا ذخیرہ، ان پر اگر ہم شک وشبہ کرنے لگیں تو گویا یا تو ہم قرآن کریم کی اِن مذکورہ تمام آیات کے منکر ہیں یا زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز کا حکم دیا ہے یعنی اطاعت رسول، جو ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔

حجیتِ حدیث نبی اکرم ﷺ کے اقوال سے :

سارے انبیاء کے سردار وآخری نبی حضور اکرم ﷺ نے بھی قرآن کریم کے ساتھ اپنی سنت کی اتباع کو ضروری قرار دیا ہے، حدیث کی تقریباً ہر کتاب میں نبی اکرم ﷺ کے ارشادات تواتر کے ساتھ موجود ہیں، ان میں سے صرف تین احادیث پیش خدمت ہیں:

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔(بخاری ومسلم)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو اس سے باز آجاؤ اور جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو حسب استطاعت اس کی تعمیل کرو۔(بخاری ومسلم)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے تمام افراد جنت میں جائیں گے، سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے انکار کیا۔ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! دخولِ جنت سے کون انکار کرسکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگیا، اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے (دخول جنت سے) انکار کیا۔
(بخاری ومسلم)

حجیتِ حدیث اجماعِ امت سے:

نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں اور انتقال کے بعد صحابۂ کرام کے عمل سے امت مسلمہ نے سنت رسول ﷺ کے حجت ہونے پر اجماع کیا ہے، کیونکہ صحابۂ کرام کسی بھی مسئلہ کا حل پہلے قرآن کریم میں تلاش کیا کرتے تھے، پھر نبی اکرم ﷺ کی سنت میں۔ اسی وجہ سے جمہور علماء کرام نے وحی کی دو قسمیں کی ہیں، جیسا کہ سورۃ النجم کی ابتدائی آیات ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے) سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے:

(۱) وحی متلو: وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے، یعنی قرآن کریم، جس کا ایک ایک حرف کلام الٰہی ہے۔

(۲) وحی غیر متلو: وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی ہے، یعنی سنت رسول ﷺ، جس کے الفاظ نبی اکرم ﷺ کے ہیں، البتہ بات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

بعض حضرات قرآن کریم کی چند آیات مثلاً ﴿تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ۔ سورۃ النحل ۸۹﴾ اور ﴿تَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ۔ سورۃ الانعام ۱۵۴﴾ سے غلط مفہوم لے کر یہ بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں ہر مسئلہ کا حل ہے اور قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے حدیث کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ حدیث رسول ﷺ بھی قرآن کریم کی طرح شریعت اسلامیہ میں قطعی دلیل اور حجت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں متعدد مقامات پر مکمل وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے، یعنی نبی اکرم ﷺ کے اقوال وارشاد سے بھی احکام شرعیہ ثابت ہوتے ہیں۔

قرآن میں عموماً احکام کی تفصیل مذکور نہیں ہے:

نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے اقوال واعمال سے ان مجمل احکام کی تفصیل بیان کی ہے۔اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نبی ورسل کو بھیجتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اپنے اقوال واعمال سے امتیوں کے لئے بیان کریں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر نماز پڑھنے، رکوع کرنے اور سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن نماز کی تفصیل قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے کہ ایک دن میں کتنی نمازیں ادا کرنی ہیں؟ قیام یا رکوع یا سجدہ کیسے کیا جائے گا اور کب کیا جائے گا؟ اور اس میں کیا پڑھا جائے گا؟ ایک وقت میں کتنی رکعت ادا کرنی ہیں؟ اسی طرح قرآن کریم میں زکوۃ کی ادائیگی کا تو حکم ہے لیکن تفصیلات مذکور نہیں ہیں کہ زکوۃ کی ادائیگی روزانہ کرنی ہے یا سال بھر میں یا پانچ سال میں یا زندگی میں ایک مرتبہ؟ پھر یہ زکوۃ کس حساب سے دی جائے گی؟ کس مال پر زکوۃ واجب ہے اور اس کے لئے کیا کیا شرائط ہیں؟ غرضیکہ اگر حدیث کی حجیت پر شک کریں تو قرآن کریم کی وہ سینکڑوں آیات جن میں نماز پڑھنے، رکوع کرنے یا سجدہ کرنے کا حکم ہے یا زکوۃ کی ادائیگی کا حکم ہے، وہ سب نعوذ باللہ بے معنی ہو جائیں گی۔

اسی طرح قرآن کریم (سورۃ المائدہ ۳۸) میں حکم ہے کہ چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ دونوں ہاتھ کاٹیں یا ایک ہاتھ؟ اور اگر ایک ہاتھ کاٹیں تو داہنا کاٹیں یا بایاں؟ پھر اسے کاٹیں تو کہاں سے؟ بغل سے؟ یا کہنی سے؟ یا کلائی سے؟ یا ان کے بیچ میں کسی جگہ سے؟ پھر کتنے مال کی قیمت کی چوری پر ہاتھ کاٹیں؟ اس مسئلہ کی مکمل وضاحت حدیث میں ہی ملتی ہے، معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو حدیث کے بغیر نہیں

سمجھا جاسکتا۔

اسی طرح قرآن کریم (سورۃ الجمعہ) میں یہ ارشاد ہے کہ جب جمعہ کی نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ واور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ سوال یہ ہے کہ جمعہ کا دن کونسا ہے؟ یہ اذان کب دی جائے؟ اس کے الفاظ کیا ہوں؟ جمعہ کی نماز کب ادا کی جائے؟ اس کو کیسے پڑھیں؟ خرید وفروخت کی کیا کیا شرائط ہیں؟ اس مسئلہ کی مکمل وضاحت احادیث میں ہی مذکور ہے۔

بعض حضرات سند حدیث کی بنیاد پر ہوئی احادیث کی اقسام یا راویوں کو ثقہ قرار دینے میں محدثین وفقہاء کے اختلاف کی وجہ سے حدیث رسول ﷺ کو ہی شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم قیامت تک آنے والے تمام عرب وعجم کی رہنمائی کے لئے نبی اکرم ﷺ پر نازل فرمایا ہے اور قیامت تک اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اور اسی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہوں (مثلاً سورۃ النحل ۴۴، ۶۴) پر ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی! یہ کتاب ہم نے آپ پر نازل فرمائی ہے تاکہ آپ ﷺ اس کلام کو کھول کھول کر لوگوں کے لئے بیان کردیں۔ تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے الفاظ کی حفاظت کی ہے، اس کے معانی ومفاہیم جو نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائے ہیں وہ بھی کل قیامت تک محفوظ رہیں گے، ان شاء اللہ۔ قرآن کریم کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے معنی ومفہوم کی حفاظت بھی مطلوب ہے ورنہ نزولِ قرآن کا مقصد ہی فوت ہوجائے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ احادیث کے ذخیرہ میں بعض باتیں غلط طریقہ سے نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کردی گئی ہیں۔ لیکن محدثین وعلماء کی بے لوث قربانیوں سے تقریباً تمام ایسے

غلط اقوال کی تحدید ہوگئی ہے جو حدیث کے کامل ذخیرہ کا ادنی سا حصہ ہے۔ جہاں تک راویوں کے سلسلہ میں محدثین وعلماء کے اختلافات کا تعلق ہے تو اس اختلاف کی بنیاد پر حدیث کی حجیت پر شک نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اختلاف کا اصل مقصد خلوص کے ساتھ احادیث کے ذخیرہ میں موضوعات کو الگ کرنا اور احکام شرعیہ میں ان ہی احادیث کو قابل عمل بنانا ہے جس پر کسی طرح کا کوئی شک وشبہ نہ رہے۔ جہاں کوئی شک وشبہ ہوا تو ان احادیث کو احکام کے بجائے صرف اعمال کی فضیلت کی حد تک محدود رکھا جائے۔

مثلاً مریض کے علاج میں ڈاکٹروں کا اختلاف ہونے کی صورت میں ڈاکٹری پیشہ کو ہی رد نہیں کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مکان کا نقشہ تیار کرنے میں انجینئروں کے اختلاف کی وجہ سے انجینئروں کے بجائے مزدوروں سے نقشہ نہیں بنوایا جاتا ہے۔ موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی تعلیم وتعلم کے لئے ایک ہی کورس کے مختلف طریقے رائج ہیں۔ ہر علاقہ میں زندگی گزانے کے طریقے مختلف ہیں، غرضیکہ زندگی کے تقریباً ہر شعبہ میں اختلاف موجود ہے، ان اختلافات کے باوجود ہم زندگی کے ہی منکر نہیں بن جاتے تو احادیث کی تقسیم اور راویوں کو ثقہ قرار دینے میں اختلاف کی وجہ سے حدیث کا ہی انکار کیوں؟ بلکہ بسا اوقات یہ اختلافات امت کے لئے رحمت بنتے ہیں کہ زمانے کے خدوخال کے اعتبار سے مسئلہ کا فیصلہ کسی ایک رائے کے مطابق کردیا جاتا ہے۔ نیز ان اختلافات کی وجہ سے تحقیق کا دروازہ بھی کھلا رہتا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں تدبر وتفکر کرنے کا حکم دیا ہے، مگر یہ تدبر وتفکر مفسر اوّل حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں ہی ہونا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے متعدد جگہوں پر ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی! یہ کتاب ہم نے آپ پر نازل فرمائی ہے تاکہ آپ اس کلام کو کھول کھول کر لوگوں کے لئے بیان کردیں۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی اس ذمہ داری کو بخوبی انجام دیا۔ لیکن کچھ حضرات قرآن کریم کی تفسیر میں نبی اکرم ﷺ کے اقوال وارشادات کو ضعیف یا موضوع قرار دے کر اپنی رائے تھوپنا شروع کردیتے ہیں، جو کہ سراسر گمراہی ہے۔ یقیناً ہر شخص کو قرآن کریم سمجھ کر پڑھنا چاہئے کیونکہ یہ کتاب ہماری ہدایت اور رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے، نیز نبی اکرم ﷺ نے قرآن کریم کے احکام کھول کھول کر بیان فرمادئے ہیں، لیکن ہمارے لئے ضروری ہے کہ واقف حضرات کی سرپرستی میں قرآن وسنت کی روشنی میں قرآن کریم کو سمجھیں پھر اس کا درس دیں۔ یاد رکھیں کہ علماء حق کا موقف ہے کہ جس مسئلہ میں بھی نبی اکرم ﷺ کے اقوال یا اعمال سے رہنمائی مل سکتی ہے خواہ اس حدیث کی سند میں تھوڑا ضعف بھی ہو، ان مسائل میں اپنے اجتہاد وقیاس اور اپنے عقلی گھوڑے دوڑانے کے بجائے نبی اکرم ﷺ کے اقوال واعمال کے مطابق ہی عمل کیا جائے۔

حدیث کی قسمیں:

سندِ حدیث (جن واسطوں سے نبی اکرم ﷺ کا قول یا عمل یا تقریر یا آپ ﷺ کی کوئی صفت امت تک پہونچی ہے) کے اعتبار سے حدیث کی مختلف قسمیں بیان کی گئی ہیں، جو اختصار کے ساتھ حسب ذیل ہیں:

متواتر: جس حدیث کی روایت کرنے والوں کی تعداد ہر زمانہ میں اتنی زیادہ ہو کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہو۔

مشہور: جس حدیث کی روایت کرنے والوں کی تعداد ایک بڑی جماعت ہو۔

آحاد: جس حدیث کی روایت کرنے میں کسی ایک زمانہ میں صرف ایک ہی راوی ہو۔

مرفوع: جس کی سند حضور اکرم ﷺ تک پہونچتی ہو۔

موقوف: جس کی سند کسی صحابی تک پہونچتی ہو۔

مقطوع: جس کی سند کسی تابعی تک پہونچتی ہو۔

صحیح لذاتہ: وہ حدیث مرفوع جس کی سند میں ہر راوی علم وتقویٰ دونوں میں کمال کو پہونچا ہوا ہو، اور ہر راوی نے اپنے شیخ سے حدیث سنی ہو۔ نیز حدیث کے متن میں کسی دوسرے مضبوط راوی کی روایت سے کوئی تعارض بھی نہ ہو، اور کوئی دوسری علت (نقص) بھی نہ ہو۔ جمہور محدثین کا ان احادیث سے عقائد واحکام ثابت کرنے میں اتفاق ہے۔

صحیح لغیرہ: وہ حدیث مرفوع جس کی سند میں ہر راوی تقویٰ میں تو کمال کو پہونچا ہوا ہو، اور ہر راوی نے اپنے شیخ سے حدیث بھی سنی ہو، نیز متنِ حدیث میں کسی دوسرے مضبوط راوی کی روایت سے کوئی تعارض بھی نہ ہو، لیکن کوئی ایک راوی علم میں اعلیٰ پیمانہ کا نہ ہو، اور کوئی دوسری

علت (نقص) بھی نہ ہو، البتہ یہ حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہو جس کے تمام راوی علم میں بھی اپنے کمال کو پہونچے ہوئے ہوں تو یہ حدیث صحیح لغیرہ کہلائی جائے گی۔ جمہور محدثین کا ان احادیث سے عقائد واحکام ثابت کرنے میں اتفاق ہے۔

حسن لذاتہ: وہ حدیث مرفوع جس کی سند میں ہر راوی تقویٰ میں تو کمال کو پہونچا ہوا ہو، اور ہر راوی نے اپنے شیخ سے حدیث بھی سنی ہو، نیز حدیث کے متن میں کسی دوسرے مضبوط راوی کی روایت سے کوئی تعارض بھی نہ ہو۔ لیکن کوئی ایک راوی علم میں اعلیٰ پیمانہ کا نہ ہو۔ جمہور محدثین کا ان احادیث سے عقائد واحکام ثابت کرنے میں اتفاق ہے، البتہ اس کا درجہ صحیح سے کم ہے۔

حسن لغیرہ: حدیثِ حسن کی شرائط میں سے کوئی ایک شرط مفقود ہو، البتہ یہ حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہو جس میں وہ شرط موجود ہے تو یہ حدیث حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔ ان احادیث سے عقائد یا احکام ثابت کرنے میں محدثین کی رائے مختلف ہیں۔

ضعیف: حدیثِ حسن کی شرائط میں سے کوئی ایک شرط مفقود ہو۔ جمہور محدثین کا اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث سے عقائد یا احکام ثابت نہیں ہوتے، البتہ قرآنِ کریم یا احادیث نبویہ سے ثابت شدہ اعمال کی فضیلت کے لیے ضعیف حدیث قبول کی جاتی ہے۔

حدیث قدسی: اُس حدیث کو کہا جاتا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ سے مروی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغام کو اللہ تعالیٰ ہی کے الفاظ میں ذکر کیا جائے تو وہ حدیث قدسی کہلائی جاتی ہے۔ جبکہ حدیث نبوی میں نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو اپنے الفاظ کے ذریعہ بیان فرماتے ہیں۔

احادیث قدسیہ کی تعداد: احادیث قدسیہ کی تعداد کے متعلق علماء ومحدثین کی رائے متعدد ہیں۔ علامہ ابن حجرؒ کی تحقیق کے مطابق احادیث قدسیہ کی تعداد سو سے کچھ زیادہ ہے۔

قرآن اور حدیث قدسی میں فرق: اگرچہ حدیث قدسی بھی اللہ تعالیٰ کے کلام پر مشتمل ہوتی ہے لیکن حدیث قدسی اور قرآن کریم کے درمیان واضح فرق موجود ہیں۔ یہاں چند فرق ذکر کر رہا ہوں:

۱) قرآن معجزہ ہے، اس کے مثل ایک آیت پیش نہ کئے جاسکنے کا قیامت تک کے لوگوں کو چیلنج ہے، جبکہ حدیثِ قدسی معجزہ نہیں ہے۔

۲) قرآنِ کریم فصاحت وبلاغت کا سب سے اعلیٰ نمونہ ہے برخلاف حدیثِ قدسی کے۔

۳) قرآنِ کریم تواتر کے ساتھ امت تک پہونچا ہے، اس کے ایک ایک لفظ کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔

۴) قرآنِ کریم کو بغیر وضو کے چھو نہیں سکتے، نیز ناپاک شخص اس کی تلاوت نہیں کرسکتا ہے برخلاف حدیثِ قدسی کے۔

۵) قرآنِ کریم کی تلاوت عبادت ہے، نماز میں قرآن کریم کی تلاوت کرنا ضروری ہے برخلاف حدیث قدسی کے۔

حدیث قدسی کی مثال:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَنَـا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ، وَاَنَا مَعَهُ اِذَا ذَكَرَنِیْ، فَاِنْ ذَكَرَنِی فِیْ نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِیْ نَفْسِیْ، وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلاءٍ ذَكَرْتُهُ فِی مَلاءٍ خَیْرٍ مِنْهُمْ (بخاری و مسلم)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے۔اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع (جو معصوم اور بے گناہیں) میں تذکرہ کرتا ہوں۔

حدیث مندرجہ ذیل مقاصد میں سے کسی ایک مقصد کے لئے ہوتی ہے:

جس طرح ایمان کے معاملہ میں اللہ اوراس کے رسول کے درمیان تفریق نہیں کی جاسکتی ہے کہ ایک کو مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے، ٹھیک اسی طرح کلام اللہ اور کلام رسول کے درمیان بھی کسی تفریق کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ایک کو واجب الاطاعت مانا جائے اور دوسرے کو نہ مانا جائے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے انکار پر دوسرے کا انکار خود بخود لازم آئے گا۔

حدیثِ نبوی کے چند مقاصد حسب ذیل ہیں:

۱) قرآنِ کریم میں وارد عقائد واحکام ومسائل کی تاکید۔

۲) قرآنِ کریم میں وارد عقائد واحکام ومسائل کے اجمال کی تفصیل۔

۳) قرآنِ کریم کے ابہام کی وضاحت۔

۴) قرآنِ کریم کے عموم کی تخصیص۔

۵) بعض دیگر عقائد واحکام ومسائل کا ذکر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر آیت نمبر ۷ میں ارشاد فرمادیا (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَانَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا) جس کا حکم نبی اکرم ﷺ دیں اس کو بجالاؤ اور جس کام سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

تدوین حدیث

نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں حدیث لکھنے کی عام اجازت نہیں تھی تا کہ قرآن وحدیث میں اختلاط پیدا نہ ہوجائے، عمومی طور پر حضور اکرم ﷺ کے اقوال کو زبانی یاد کر کے محفوظ کیا گیا، جیسا کہ قرآن کریم کی اہم حفاظت بھی یاد کر کے ہی ہوئی ہے کیونکہ صحابۂ کرام کی بڑی تعداد یاد کر کے قرآن کریم کو اپنے دلوں میں محفوظ کرتی تھی، چند صحابۂ کرام جولکھنا پڑھنا جانتے تھے وہ حضور اکرم ﷺ کی نگرانی میں نازل شدہ قرآن کو تحریر کرلیا کرتے تھے۔ انفرادی طور پر صحابۂ کرام کی ایک جماعت نے نبی اکرم ﷺ کی اجازت سے احادیث کے صحیفہ تیار کرر کھے تھے۔ خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی حدیث لکھنے کا نظم انفرادی طور پر جاری رہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ (۶۱ھ۔۱۰۱ھ) نے اپنی خلافت کے زمانہ (۹۹ھ۔۱۰۱ھ) میں احادیث کو جمع کرانے کا خاص اہتمام کیا۔ اس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ کی وجہ سے پہلی صدی ہجری کے اختتام پر احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کرلیا گیا تھا جو بعد میں تحریر کی گئیں کتابوں کے لئے اہم مصدر بنا۔

۲۰۰ ہجری کے بعد احادیث لکھنے کا خاص اہتمام ہوا، چنانچہ حدیث کی مشہور ومعروف کتابیں: بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ، نسائی وغیرہ (جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے) اسی وقت میں تحریر کی گئی ہیں، جبکہ موطا امام مالک ۱۶۰ ہجری کے قریب تحریر ہوئی۔ ان احادیث کی کتابوں کی تحریر سے قبل ہی ۱۵۰ ہجری میں حضرت امام ابوحنیفہؒ (شیخ نعمان بن ثابت) کی وفات ہوچکی تھی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کی کتاب ﴿کتاب الآثار﴾ ان احادیث کی کتابوں کی تحریر سے قبل مرتب ہوگئی تھی۔ یہ بات اچھی طرح

ذہن میں رکھیں کہ پوری دنیا میں باقاعدہ لکھنے کا عام معمول ۲۰۰ ہجری کے بعد ہی شروع ہوا ہے یعنی حدیث کی طرح تفسیر، سیرت اور اسلامی تاریخ جیسے دینی علوم کی باقاعدہ کتابت ۲۰۰ ہجری کے بعد ہی شروع ہوئی ہے۔ اسی طرح عصری علوم اور شعروشاعری بھی ۲۰۰ ہجری سے پہلے دنیا میں عمومی طور پر تحریری شکل میں موجود نہیں تھی کیونکہ کم تعداد ہی پڑھنا لکھنا جانتی تھی۔ ۲۰۰ ہجری تک تمام علوم ہی حتی کے شاعروں کے بڑے بڑے دیوان بھی صرف زبانی طور پر ایک دوسرے سے منتقل ہوتے چلے آرہے تھے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث کی باقاعدہ کتابیں ۲۰۰ ہجری کے بعد سامنے آئی ہیں تو اس نوعیت کا اعتراض تفسیر قرآن، سیرت کی کتابوں اور اسلامی تاریخ اور شاعروں کے دیوانوں بلکہ یہ اعتراض عصری علوم پر بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ باقاعدہ ان کی کتابت ۲۰۰ ہجری کے بعد ہی شروع ہوئی ہے۔ ۲۰۰ ہجری تک اگرچہ متعدد کتابیں منظر عام پر آچکی تھیں مگر عام طور پر تمام علوم صرف زبانی ہی پڑھے اور پڑھائے جاتے تھے۔

احادیث معتبر ذرائع سے ہی امت تک پھونچیں

صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین، مفسرین، فقہاء، علماء ومؤرخین غرضیکہ ابتداءِ اسلام سے عصر حاضر تک امت مسلمہ کے تمام مکاتب فکر نے تسلیم کیا ہے کہ قرآن کے بعد حدیث اسلامی قانون کا دوسرا اہم وبنیادی ماخذ ہے اور حدیث نبوی بھی قرآن کریم کی طرح شریعت اسلامیہ میں قطعی دلیل اور حجت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد مرتبہ ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور رسول کی اطاعت کی مطلب احادیث پر عمل کرنا ہے۔ غرضیکہ احکام قرآن پر عمل کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال (یعنی حدیث نبوی) کے مطابق زندگی گزارنا ضروری ہے۔ حق تو یہ ہے کہ قرآن فہمی حدیث نبوی کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ اللہ کی جانب سے حضور اکرم ﷺ کو یہ ذمہ داری عطا کی گئی ہے کہ آپ امت مسلمہ کے سامنے قرآن کریم کے احکام ومسائل کھول کھول کر بیان کریں۔ نبی ورسول کی بعثت کا بنیادی مقصد احکام الٰہی کو اپنے قول وعمل کے ذریعہ انسانوں کی رہنمائی کے لئے لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے۔

بعض لا مذہب (جن کا کوئی مذہب نہیں) کی جانب سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ احادیث مبارکہ دوسری ہجری میں تحریر کی گئیں، لہٰذا اُن کی صحت پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ ہمارے بعض مسلم بھائی بھی کسی حد تک اِن کی تحریروں یا بیانات سے متاثر ہوکر کم علمی کی وجہ سے اس نوعیت کے سوالات کرنا شروع کردیتے ہیں۔ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔

۱) تاریخ شاہد ہے کہ بعض صحابۂ کرام نے آپ ﷺ کی اجازت سے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں بھی احادیث مبارکہ تحریر فرمائی تھیں۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی بعض صحابۂ

کرام نے احادیث مبارکہ لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور تابعین کی ایک جماعت نے احادیث لکھنے کا خاص اہتمام کیا۔

۲) قرآن کریم کی آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ کاتبین وحی کے ذریعہ نازل شدہ آیات تحریر کروادیا کرتے تھے، کاتبین وحی کی تعداد زیادہ سے زیادہ پچاس تھی۔ غرضیکہ آپ ﷺ کی زندگی میں قرآن کریم کی اصل حفاظت یاد کرکے ہی کی گئی کیونکہ اُس زمانہ میں بہت کم لوگ ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن کریم، جو مختلف جگہوں پر تحریر تھا، کو ایک جگہ جمع تو کردیا گیا تھا، لیکن قرآن کریم کی اصل حفاظت یاد کرکے ہی کی جاتی رہی کیونکہ اُس وقت یہی اہم ذریعہ تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب اسلام عرب سے عجم تک پھیل گیا تو قرآن کریم کے نسخے تیار کرکے گورنروں کو ارسال کردئے گئے تاکہ اسی کے مطابق قرآن کریم کے نسخے تیار کئے جائیں۔ غرضیکہ قرآن کریم کی پہلی حفاظت یاد کرکے ہی ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ کو یاد ہوجاتی تھی جیسا کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر ہے۔ آج بھی پوری دنیا میں لاکھوں حفاظ کرام قرآن کریم کو حفظ کرکے اس کی حفاظت میں اہم رول ادا کررہے ہیں۔

۳) پہلی صدی ہجری میں دنیا کا کوئی بھی علم تحریری شکل میں نہیں تھا، حتی کہ کسی بھی زبان کی شاعری پہلی ہجری میں باقاعدہ طور پر تحریری شکل میں نہیں تھی۔ تاریخ کی کوئی بھی مستند کتاب کسی بھی زبان میں دنیا میں کسی بھی جگہ پر پہلی ہجری میں تحریر نہیں کی گئی۔ سائنس، جیولوجی اور بایلوجی وغیرہ جیسے علوم بھی دنیا میں پہلی ہجری میں تحریری شکل میں موجود نہیں تھے۔ غرضیکہ یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص کہے کہ آج سے پچاس سال قبل کتابیں کمپیوٹر کے ذریعہ تحریر نہیں کی جاتی

تھیں، جب دنیا میں یہ ذریعہ موجود ہی نہیں تھا تو کہاں سے کتابیں کمپیوٹر سے تحریر ہوتیں۔ غرضیکہ پہلی صدی ہجری میں تعلیم وتعلم کا اصل ذریعہ لکھنا نہیں بلکہ سننا، سنانا اور یاد کرنا ہی تھا۔ اسی وجہ سے سیرت نبوی ﷺ پر کوئی باقاعدہ کتاب پہلی ہجری میں منظر عام پر نہیں آئی، حالانکہ بعض صحابہ یا تابعین نے سیرت النبی کے بعض واقعات تحریر کئے تھے۔ پہلی ہجری میں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے نبی ﷺ کی سیرت ایک دوسرے کو زبانی ہی بیان کی جاتی تھی کیونکہ اُس وقت یہی اہم ذریعہ تھا۔

۴) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دور خلافت (۹۹ھ۔۱۰۱ھ) میں پہلی ہجری کے اختتام پر محدثین وعلماء کی سرپرستی میں سرکاری طور پر احادیث کی بہت بڑی تعداد کو ایک جگہ جمع کرا دیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب صحابۂ کرام سے براہ راست تعلیم وتربیت حاصل کرنے والے بے شمار حضرات موجود تھے۔ جب دوسری ہجری میں لکھنا پڑھنا عام ہوا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت میں جمع شدہ احادیث کو بنیاد بنا کر احادیث کی کتابیں تحریر ہوئیں، اور اللہ کے خوف کے ساتھ پوری دیانت داری سے محدثین نے ہزاروں میل کے سفر طے کرکے احادیث کی مکمل تحقیق کرکے ہی احادیث تحریر کیں۔

۵) قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے، رسول کی اطاعت احادیث میں ہی تو موجود ہے۔ اگر احادیث کے ذخیرہ پر اعتراض کیا جائے گا تو قرآن کی اُن سینکڑوں آیات کا انکار لازم آئے گا جن میں رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

۶) احادیث کے ذخیرہ میں بعض موضوعات شامل ہوگئی تھیں لیکن وہ پورے ذخیرہ کے مقابلہ میں ایک فیصد سے بھی کم ہیں، نیز اسی وقت محدثین کرام نے اپنی زندگیاں لگا کر ان

موضوعات کو احادیث سے الگ کر دیا تھا۔ چند موضوعات کو بنیاد بنا کر حدیث کے قابل اعتماد اتنے بڑے ذخیرہ کو شک وشبہ سے دیکھنا نہ صرف غیر منصفانہ بلکہ ظالمانہ فیصلہ ہوگا۔

۷) قرآن کریم میں صرف اصول بیان کئے گئے ہیں، احکام کی تفصیل مذکور نہیں ہے۔ اگر احادیث کے ذخیرہ پر اعتماد نہیں کیا جائے گا تو کس طرح قرآن کریم پر عمل ہوگا۔ قرآن کریم میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسے دین اسلام کے بنیادی ارکان کی ادائیگی کا حکم تو موجود ہے لیکن ادائیگی کا طریقہ اور احکام ومسائل احادیث میں ہی موجود ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خود بیان کیا کہ ہم نے قرآن آخری نبی پر اتارا ہے تاکہ آپ ﷺ احکام ومسائل کھول کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کردیں۔ اگر احادیث کے ذخیرہ پر شک وشبہ کیا جائے گا تو پھر کون سا ذریعہ ہوگا جس سے معلوم ہو کہ قرآن کریم میں اللہ کی مراد کیا ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ قرآن کریم کو حدیث کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا، مثلاً قرآن کریم میں ہے کہ چوری کرنے والے کے ہاتھ کاٹ دئے جائیں، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتنے مال کے چرانے پر ہاتھ کاٹے جائیں، پھر ہاتھ کونسا کاٹا جائے اور کہاں سے۔ قرآن کریم میں اس کی کوئی وضاحت نہیں ہے، ظاہر ہے کہ اس کی وضاحت احادیث مبارکہ میں ہی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم (سورۃ الجمعہ) میں ارشاد ہے کہ جب جمعہ کی نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ سوال یہ ہے کہ جمعہ کا دن کونسا ہے؟ یہ اذان کب دی جائے؟ اس کے الفاظ کیا ہوں؟ جمعہ کی نماز کب ادا کی جائے؟ اس کو کیسے پڑھیں؟ خرید وفروخت کی کیا کیا شرائط ہیں؟ ان مسائل کی مکمل وضاحت احادیث میں ہی مذکور ہے۔

۸) جن ذرائع سے قرآن کریم ہمارے پاس پہنچا ہے، ان ہی ذرائع سے احادیث ہمارے

پاس پہنچی ہیں، ہاں قرآن کریم کا ایک ایک لفظ ابتدا سے ہی تواتر کے ساتھ منتقل ہوا ہے، (اگرچہ شروع میں اصل حفاظت یاد کرنے سے ہی ہوئی ہے) لیکن احادیث کا تمام ذخیرہ تواتر کے ساتھ منتقل نہیں ہوا ہے، اسی لئے اس کا مقام قرآن کریم کے بعد ہے۔

۹) دنیا میں موجود دیگر مذاہب کی مذہبی کتابوں کی حفاظت کے لئے جو وسائل اختیار کئے گئے ہیں، اُن کا قرآن وحدیث کی حفاظت کے لئے اختیار کئے گئے وسائل سے کوئی مقابلہ ہی نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ روایت کا سلسلہ صرف مذہب اسلام میں ہی ملتا ہے، یعنی اگر کوئی شخص حدیث کی کوئی بات بیان کرتا تو ساتھ میں وہ یہ بھی ذکر کرتا کہ کن واسطوں سے یہ حدیث اس کے پاس پہنچی ہے۔ احادیث کی مشہور ومعروف کتابوں کی تصنیف کے بعد اب صرف ان کتابوں کا حوالہ تحریر کردیا جاتا ہے کیونکہ حدیث کی کتابوں میں حدیث کی عبارت کے ساتھ سند بھی مذکور ہے یعنی کن کن واسطوں سے یہ حدیث مصنف تک پہنچی ہے۔

۱۰) جن احادیث کی سند میں کوئی شک وشبہ نظر آیا تو علماء امت نے احتیاط کے طور پر اُن احادیث کو فضائل کے لئے تو قبول کیا مگر اُن سے احکام ومسائل ثابت نہیں کئے۔

۱۱) قرآن کریم ۲۳ سال میں نازل ہوا ہے۔ آیت کا شان نزول یعنی آیت کب اور کس موقع پر نازل ہوئی، حدیث میں ہی مذکور ہے۔ نیز بعض مسائل میں حکم بتدریج نازل ہوا، مثلاً شراب کی حرمت ایک ساتھ نازل نہیں ہوئی، چنانچہ فرمان الٰہی ہے: اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو اُس وقت نماز کے قریب بھی نہ جانا جب تک تم جو کچھ کہہ رہے ہو اُسے سمجھنے نہ لگو۔ (سورۃ النساء ۴۳) غرضیکہ پہلے نماز کی حالت میں شراب کو منع کیا گیا، پھر مکمل طور پر شراب کی حرمت نازل ہوئی۔ اس طرح کے بتدریج نازل ہونے والے احکام کی تفصیل

احادیث مبارکہ میں ہی موجود ہے۔

غرضیکہ جس طرح اللہ اوراس کے رسول کو الگ الگ نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح قرآن وحدیث کو الگ الگ نہیں کیا جاسکتا، یعنی حدیث کے بغیر ہم قرآن کریم کو سمجھ ہی نہیں سکتے اور کیسے سمجھ سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایا تاکہ آپ ﷺ اپنے قول وعمل سے اللہ کی مراد بیان کریں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت ۸۰ میں رسول اللہ کی اطاعت کو اطاعت الٰہی قرار دیتے ہوئے فرمایا: جس شخص نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں متعدد جگہوں پر یہ بات واضح طور پر بیان کردی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت بھی ضروری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول کی اطاعت کا حکم دیا اور رسول کی اطاعت جن واسطوں سے ہم تک پہونچی ہے یعنی احادیث کا ذخیرہ، ان پر اگر ہم شک وشبہ کرنے لگیں تو گویا ہم قرآن کریم کی اُن مذکورہ تمام آیات کے منکر ہیں یا زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز کا حکم دیا ہے یعنی اطاعت رسول، جو ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے جوامع الکلم (اقوال زریں)

فصاحت وبلاغت کے پیکر اور بے مثال ادیب عرب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جوامع الکلم سے نوازا گیا ہے۔ (صحیح بخاری) جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ چھوٹی سی عبارت میں بڑے وسیع معانی کو بیان کرنے کی قدرت رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی بے شمار خصوصیات میں سے ایک اہم ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ جس وقت آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ سے پڑھنے کے لئے کہا گیا تو آپ ﷺ نے مَا اَنَا بِقَارِیٔ کہہ کر معذرت چاہی، لیکن اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسی خاص الخاص تربیت ہوئی کہ آپ ﷺ کے قول وعمل کو رہتی دنیا تک اسوہ بنادیا گیا۔ آپ ﷺ کے اقوال زریں سے مستفید ہونے والے حضرات بڑے بڑے ادیب وفصیح وبلیغ بن کر دنیا میں چمکے۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلے بعض جملے رہتی دنیا تک عربی زبان کے محاورے بن گئے۔ آپ ﷺ کے وعظ ونصیحت، خطبے، دعا اور رسائل سے عربی زبان کو الفاظ کے نئے ذخیرہ کے ساتھ ایک منفرد اسلوب بھی ملا۔

یہ ایک معجزہ ہی تو ہے کہ مَا اَنَا بِقَارِیٔ کہنے والا شخص کچھ ہی عرصہ بعد ایک موقع پر ارشاد فرماتا ہے: اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ، بَیْدَ اَنِّیْ مِنْ قُرَیْشٍ، وَاسْتُرْضِعْتُ فِیْ بَنِیْ سَعْد (الفائق فی غریب الحدیث للزمخشری) میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں قبیلہ قریش سے ہوں اور میری رضاعت قبیلہ بنی سعد میں ہوئی۔ یہ دونوں قبیلے اس وقت اپنی زبان وادب میں خصوصی مقام رکھتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے فرمایا: لَقَدْ طُفْتُ بِالْعَرَبِ وَسَمِعْتُ فُصَحَائَھُمْ فَمَا سَمِعْتُ اَفْصَحَ مِنْکَ ۔ فَمَنْ اَدَّبَکَ؟ قَالَ: اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ میں

سرزمین عرب بہت گھوم چکا ہوں، بڑے بڑے فصحاء کے کلام کو سنا ہوں، لیکن آپ سے زیادہ فصیح کسی شخص کو نہیں پایا۔ آپ کو کس نے ادب سکھایا؟ حضور اکرم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہترین ادب سے نوازا۔ مذکورہ حدیث کی سند پر علماء نے کچھ کلام کیا ہے مگر اس میں وارد معنی و مفہوم کو سب نے تسلیم کیا ہے۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے فصاحت و بلاغت کا ایسا معیار آپ ﷺ کو عطا کیا گیا جس کی نظیر قیامت تک ملنا ناممکن ہے اور آپ کے اقوال زریں انسانیت کے لئے مشعل راہ ہیں۔ آپ ﷺ کے خطبے خاص کر حجۃ الوداع کے موقعہ پر دیا گیا آپ کا آخری اہم خطبہ نہ صرف جوامع الکلم میں سے ہے بلکہ حقوق انسانی کا بنیادی منشور بھی ہے۔ اس خطبہ مبارکہ میں آپ ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل مختصر و جامع الفاظ میں انسانیت کے لئے ایسے اصول پیش کئے جن پر عمل کر کے آج بھی پوری دنیا میں امن و امان قائم کیا جاسکتا ہے۔

جہاں حضور اکرم ﷺ کے اقوال زریں کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، وہیں شریعت اسلامیہ میں ان اقوال زریں کو یاد کر کے محفوظ کرنے کی بھی خاص فضیلت وارد ہوئی ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری امت کے فائدہ کے واسطے دین کے کام کی چالیس احادیث یاد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عالموں اور شہیدوں کی جماعت میں اٹھائے گا اور فرمائے گا کہ جس دروازہ سے چاہے جنت میں داخل ہوجائے۔ یہ حدیث حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابودرداء، حضرت ابوسعید، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت ہے اور حدیث کی مختلف کتابوں

میں وارد ہے۔ بعض علماء نے حدیث کی سند میں کچھ کلام کیا ہے مگر حدیث میں مذکورہ ثواب کے حصول کے لئے سینکڑوں علماء کرام نے اپنے اپنے طرز پر چالیس احادیث جمع کی ہیں۔ صحیح مسلم کی سب سے مشہور شرح لکھنے والے امام نوویؒ کی چالیس احادیث پر مشتمل کتاب "الاربعین النوویۃ" پوری دنیا میں کافی مقبول ہوئی ہے۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں وارد حضور اکرم ﷺ کے چالیس فرمان پیش خدمت ہیں جن میں علم ومعرفت کے خزانے سمودئے گئے ہیں اور یہ اعلیٰ اخلاق اور تہذیب وتمدن کے زریں اصول ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ان احادیث کو یاد کرکے ان پر عمل کریں اور دوسروں کو پہنچائیں تاکہ غیر مسلم حضرات بھی آپ ﷺ کی صحیح تعلیمات سے واقف ہوکر اسلام سے متعلق اپنے شک وشبہات دور کرسکیں۔

۱) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ (بخاری ومسلم)

۲) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کبیرہ گناہ' اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کو بے گناہ قتل کرنا اور جھوٹی شہادت دینا ہے۔ (صحیح بخاری)

۳) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ سات بڑے گناہ کونسے ہیں (جو انسانوں کو ہلاک کرنے والے ہیں)؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شرک کرنا، جادو کرنا، کسی شخص کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کے مال کو ہڑپنا، میدان (جنگ) سے بھاگنا، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

۴) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: منافق کی تین علامتیں ہیں: جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی

کرنا، امانت میں خیانت کرنا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

۵) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن کریم سیکھے اور سکھائے۔ (صحیح بخاری)

۶) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک سب عملوں میں وہ عمل زیادہ محبوب ہے جو دائمی ہو، اگرچہ تھوڑا ہو۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

۷) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

۸) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پاک رہنا آدھا ایمان ہے۔ (صحیح مسلم)

۹) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے محبوب جگہ مسجدیں ہیں۔ (مسلم)

۱۰) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا، اللہ تعالیٰ اس پر ۱۰ مرتبہ رحمتیں نازل فرمائے گا۔ (صحیح مسلم)

۱۱) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمن ایک بل سے دوبارہ ڈسا نہیں جاتا ہے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

۱۲) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلوان شخص وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے، بلکہ پہلوان وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

۱۳) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا۔ مریض کی عیادت کرنا۔ جنازہ کے ساتھ جانا۔ اس کی دعوت قبول کرنا۔

اور چھینک کا جواب یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہہ کر دینا۔(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

۱۴) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

۱۵) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ظلم قیامت کے روز اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

۱۶) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔(بخاری و مسلم)

۱۷) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر یا راہ گزر رہتا ہے۔ (صحیح بخاری)

۱۸) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رشتہ توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔(بخاری و مسلم)

۱۹) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص (روزہ رکھ کر بھی) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔(صحیح بخاری)

۲۰) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو بات سنے (بغیر تحقیق کے) لوگوں سے بیان کرنا شروع کر دے۔(صحیح مسلم)

۲۱) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کا پڑوسی اس کی ایذاؤں سے محفوظ نہ ہو۔(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

۲۲) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے وہ شخص میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے جو

اچھے اخلاق والا ہو۔(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

۲۳) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں آتی، اور جو بندہ درگزر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو بندہ اللہ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔(صحیح مسلم)

۲۴) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے تو وہ بھی صدقہ ہے یعنی اس پر بھی اجر ملے گا۔(بخاری ومسلم)

۲۵) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جو کوئی نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ روزے رکھے کیونکہ یہ اس کے لئے نفسانی خواہشات میں کمی کا باعث ہوگا۔(صحیح بخاری)

۲۶) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت سے نکاح (عموماً) چار چیزوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔اس کے مال کی وجہ سے، اس کے خاندان کے شرف کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے۔تم دیندار عورت سے نکاح کرو، اگرچہ گردآلود ہوں تمہارے ہاتھ، یعنی شادی کے لئے عورت میں دینداری کو ضرور دیکھنا چاہئے، خواہ تمہیں یہ بات اچھی نہ لگے۔(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

۲۷) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حلال واضح ہے، حرام واضح ہے۔ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سارے لوگ نہیں جانتے۔جس شخص نے شبہ والی چیزوں سے اپنے آپ کو بچالیا اس نے اپنے دین اور عزت کی حفاظت کی۔اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں

پڑے گا وہ حرام چیزوں میں پڑ جائے گا اس چرواہے کی طرح جو دوسرے کی چراگاہ کے قریب بکریاں چراتا ہے، بہت ممکن ہے کہ اس کا جانور دوسرے کی چراگاہ سے کچھ چر لے۔ اچھی طرح سن لو کہ ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے، یاد رکھو کہ اللہ کی زمین میں اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں اور سن لو کہ جسم کے اندر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ سنور جاتا ہے تو سارا جسم سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، سن لو کہ یہ (گوشت کا ٹکڑا) دل ہے۔ (صحیح بخاری)

۲۸) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے تمہارے لئے غریبی کا خوف نہیں ہے بلکہ مجھے خوف ہے کہ پہلی قوموں کی طرح کہیں تمہارے لئے دنیا یعنی مال و دولت کھول دی جائے اور تم اس کے پیچھے پڑ جاؤ، پھر وہ مال و دولت پہلے لوگوں کی طرح تمہیں ہلاک کر دے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

۲۹) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہے۔ (صحیح مسلم)

۳۰) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب امانتوں میں خیانت ہونے لگے تو بس قیامت کا انتظار کرو۔ (صحیح بخاری)

۳۱) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حرام کھانے، پینے اور حرام پہننے والوں کی دعائیں کہاں سے قبول ہوں۔ (صحیح مسلم)

۳۲) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسکین اور بیوہ عورت کی مدد کرنے والا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

۳۳) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں اپنے کمزوروں کے طفیل سے رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (صحیح بخاری)

۳۴) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو فروخت کرتے وقت، خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت (قرض وغیرہ کا) فیاضی اور وسعت سے کام لیتا ہے۔ (صحیح بخاری)

۳۵) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کھاؤ، پیئو، پہنو اور صدقہ کرو، لیکن فضول خرچی اور تکبر کے بغیر (یعنی فضول خرچی اور تکبر کے بغیر خوب اچھا کھاؤ، پیئو، پہنو اور صدقہ کرو)۔ (صحیح بخاری)

۳۶) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رشک دو ہی آدمیوں پر ہوسکتا ہے، ایک وہ جسے اللہ نے مال دیا اور اسے مال کو راہ حق میں لٹانے کی پوری طرح توفیق ملی ہوئی ہے۔ اور دوسرا وہ جسے اللہ نے حکمت دی ہے اور وہ اس کے ذریعہ فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (صحیح بخاری)

۳۷) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمنین کی مثال ان کی دوستی اور اتحاد اور شفقت میں بدن کی طرح ہے۔ بدن میں سے جب کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا بدن نیند نہ آنے اور بخار آنے میں شریک ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم)

۳۸) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آپس میں بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، پیچھے پیٹھ برائی نہ کرو، بلکہ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بن کر رہو اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے کسی بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے۔ (صحیح بخاری)

۳۹) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (سچا) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان (کے ضرر) سے مسلمان محفوظ رہیں۔ مہاجر وہ ہے جو اُن کاموں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع کیا ہے۔ (صحیح بخاری)

۴۰) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں بھلائی فرض کی ہے، لہذا جب تم (کسی کو قصاصاً) قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو۔ اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور تم میں سے ہر ایک کو اپنی چھری تیز کر لینی چاہیئے اور اپنے جانور کو آرام دینا چاہیئے۔ (صحیح مسلم)

خاتم النبیین وسید المرسلین وخیر البریہ حضور اکرم ﷺ کے مذکورہ بالا ارشادات کی روشنی میں ہم ان شاء اللہ بڑے بڑے گناہ خاص کر شرک، والدین کی نافرمانی، قتل نفس، جھوٹ، چغل خوری، جادو، سود، ظلم وزیادتی، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، قطع رحمی، پڑوسیوں کو ایذا رسانی، حرام اور مشتبہ چیزوں کا استعمال، فضول خرچی، تکبر، حسد اور بغض جیسی مہلک برائیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں گے جو ہمارے معاشرہ میں ناسور بن گئی ہیں۔ اور اپنے نبی کی تعلیمات کے مطابق صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نیک اعمال کریں گے اور اپنے اخلاق کو بہتر سے بہتر بنا کر استقامت کے ساتھ دنیاوی فانی زندگی میں ہی اخروی دائمی زندگی کی تیاری کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے جوامع الکلم کو سمجھ کر پڑھنے والا، ان کے مطابق عمل کرنے والا اور ان قیمتی پیغامات کو دوسروں تک پہنچانے والا بنائے، آمین، ثم آمین۔

اعمال کا دار ومدار نیت پر ھے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اعمال کا دار ومدار نیت پر ہے۔اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے۔جس کی ہجرت دنیا کمانے یا کسی عورت سے نکاح کی خاطر ہو،اس کی ہجرت (نیت کے مطابق) اسی کے لئے ہوگی جس کے لئے ہجرت کی ہے۔(صحیح بخاری۔کتاب بدء الوحی۔باب بدء الوحی)

جس طرح بعض آیات کا شانِ نزول ہوتا ہے،اسی طرح بعض اوقات احادیث کا بھی شان ورود (سبب) ہوتا ہے۔یعنی کس واقعہ پر آپ ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔مشہور عالم دین علامہ عینیؒ (۷۶۲ھ۔۸۵۵ھ) تحریر کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت ام قیس کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا تو ام قیس نے یہ شرط رکھی کہ اگر تم ہجرت کرلو تو تم سے نکاح کرلوں گی۔ چنانچہ انہوں نے نکاح کی خاطر ہجرت کی۔ان کو مہاجر ام قیس سے موسوم کیا جاتا ہے۔حضور اکرم ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے اپنے خطبہ کے دوران مذکورہ بالا حدیث بیان فرمائی۔

اس حدیث کے تین اجزاء ھیں:

پہلا جز(اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ): ''اِنَّمَا'' عربی زبان میں حصر کے لئے آتا ہے۔ ''اعمال''عمل کی جمع ہے۔''نیات''نیت کی جمع ہے۔نیت کے معنی دل کے ارادہ کے ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے عبادت کے ارادہ کو نیت کہتے ہیں۔ غرضیکہ اس جملہ کے معنی یہ ہیں: اعمال کا دار ومدار نیت پر ہے،یعنی کسی بھی شخص کی جانب سے کئے گئے اعمال صالحہ پر بدلہ صرف اسی صورت میں ملے گا جبکہ نیت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی

رضا کا حصول ہو۔جس طرح جسم میں روح کی حیثیت ہے، اسی طرح اعمال میں نیت کا درجہ ہے۔اعمال صالحہ کی اسی صورت میں قیمت اور قدر و منزلت ہے جبکہ ان سے اللہ کی رضا مندی مطلوب ہو، ورنہ روح کے بغیر جسم کی طرح اعمال صالحہ کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے، جیسا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ اعمال صالحہ کرنے سے قبل اپنی نیتوں کو خالص اللہ کے لئے کریں، اعمال صالحہ کی ادائیگی کے دوران بھی اپنی نیتوں کا جائزہ لیتے رہیں اور اعمال صالحہ سے فراغت کے بعد بھی اپنے دلوں کے احوال کو ٹٹولتے رہیں کہ اللہ کی رضامندی کے حصول کے علاوہ کوئی دوسرا مقصد تو نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اور انہیں اس کے سوا کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ بندگی کو بالکل یکسو ہو کر صرف اسی کے لئے خالص رکھیں۔(سورۃ البینہ ۵) اسی طرح فرمان الٰہی ہے: اللہ کو نہ ان (جانوروں) کا گوشت پہنچتا ہے، اور نہ ان کا خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔(سورۃ الحج ۳۷) غرضیکہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کی کیفیات کو دیکھتا ہے، لہٰذا ہمیں ہر نیک عمل صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے کرنا چاہیئے۔

دوسرا جز (وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِیءٍ مَا نَوَی): یہ جملہ دراصل پہلے جملہ کی مزید تاکید اور وضاحت کے لئے ہے۔یعنی نیت میں جتنا اخلاص اور جتنی للّٰہیت ہوگی، اتنا ہی اجر وثواب ملے گا۔مثلاً ایک شخص مسجد میں صرف نماز پڑھنے آتا ہے جبکہ دوسرا شخص نفلی اعتکاف کی بھی نیت کر لیتا ہے تو پہلے کو ایک عمل اور دوسرے کو دو عمل کا ثواب ملے گا۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں نماز کا ثواب دیگر مساجد کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ ہے سوائے مسجد حرام کے۔(صحیح مسلم) ابن ماجہ کی روایت میں پچاس ہزار نمازوں کے ثواب

کا ذکر ہے۔جس خلوص کے ساتھ وہاں نماز پڑھی جائے گی اسی کے مطابق اجر وثواب ملے گا، ان شاءاللہ۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کے لئے ثواب کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے، اسی طرح بعض کے لئے نواں حصہ، بعض کے لئے آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھائی، تہائی، آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔ (ابوداود، نسائی، صحیح ابن حبان) جس قدر خلوص اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز کی ادائیگی ہوگی، اتنا ہی اجر وثواب زیادہ ملے گا۔

تیسرا جز (فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ ....): تیسرا جملہ دراصل دوسرے جملے کی تفصیل ہے۔ ’’جس کی ہجرت دنیا کمانے یا کسی عورت سے نکاح کی خاطر ہو، اس کی ہجرت (نیت کے مطابق) اسی کے لئے ہوگی جس کے لئے ہجرت کی ہے۔‘‘ اس کو مثال سے اس طرح سمجھیں جیسے بیج، درخت اور پھل ہے۔نیت بیج کی طرح ہے، اس بیج سے درخت کا پیدا ہونا عمل ہے اور اس پر مالک کی ہمہ تن مصروفیتوں سے کم وبیش سات سو دانے لگ گئے۔اگر بیج بونے کے بعد اس کی آبیاری اور نگہداشت نہ کی جائے تو ایک دانہ بھی نہ آتا۔اس کے پھل کی حلاوت اور ترشی وغیرہ بیج کی حیثیت پر موقوف ہے، اسی طرح نیت صحیح نہیں تو پھل بھی کڑوا ہوگا اور ان شاء اللہ نیتِ خیر پر اچھا ثمرہ ملے گا۔

ہجرت کے معنی ہیں دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا، جیسا کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لئے ہجرت کی گئی۔فتح مکہ تک مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنا واجب تھا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر جائیں۔البتہ ۲۰ رمضان ۸ ہجری کو فتح مکہ کے بعد مکہ مکرمہ دار الاسلام بن گیا تو پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ ہجرت کے ایک دوسرے معنی بھی ہیں، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مہاجر وہ ہے جو ان کاموں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع کیا ہے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) غرضیکہ جن اعمال واقوال واخلاق سے قرآن وحدیث میں ہمیں منع کیا گیا ہے، جن چیزوں کے کھانے وپینے سے ہمیں روکا گیا ہے، اور جن چیزوں کو دیکھنے، سننے اور بولنے سے ہمیں دور رہنے کی تعلیم دی گئی ہے، ان امور سے بچنا بھی ہجرت کے مترادف ہے۔

اَوْ اِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا: دنیا کے ذکر کے بعد عورت کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا کیونکہ عورت جہاں باعث رحمت ہے، بے شمار خوبیوں کی حامل ہے، وہیں اس امت کے لئے ایک فتنہ بھی ہے، جیسا کہ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ نیز محسن انسانیت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے بڑھ کر نقصان دہ اور کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔ (صحيح بخاري . كتاب النكاح . باب ما يتقى من شؤم المرأة) نیز جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ مہاجر ام قیس کے واقعہ کے بعد آپ ﷺ نے اپنے خطبہ کے دوران یہ حدیث بیان فرمائی تھی، لہٰذا عورت کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا۔

کیا زبان سے نیت کرنا ضروری ہے؟:

نیت اصل میں دل کے ارادہ کا نام ہے اور زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص زبان سے بھی نیت کرلے تو بہتر ہے تاکہ زبان حال کے موافق بن جائے۔ مثلاً ایک شخص نے مغرب کی اذان کے وقت وضو کیا اور جماعت سے نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد کی

طرف رخ کیا تو نیت جو اصل میں دل کے ارادہ کا نام ہے وہ مکمل ہوگیا، لیکن نماز شروع کرتے وقت زبان سے بھی یہ کہہ لے کہ میں مغرب کی تین رکعات نماز ادا کررہا ہوں تو بہتر ہے۔ روزہ رکھنے کے وقت بھی زبان سے نیت کرلیں تو بہتر ہے۔ حج کا احرام باندھتے وقت یہ نیت کرنی ہوگی کہ حج کی کونسی قسم کا انتخاب کیا ہے۔ اور حج تمتع کا ارادہ کرنے پر، پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھنا ہوگا، لہٰذا صرف عمرہ کی ادائیگی کی نیت کریں۔ صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۱۵۴) میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ گھر میں کچھ کھانے کے لئے ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فَاِنِّیْ صَائِمٌ تو میں روزہ رکھنے والا ہوں۔ دیگر کتب حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اِنِّیْ اَصُوْمُ'' یا ''اِذاً اَصُوْمُ'' تو میں روزہ رکھنے والا ہوں۔ صحیح بخاری میں بعض صحابۂ کرام سے فَاِنِّیْ صَائِمٌ یَوْمِی ھٰذا کے الفاظ مروی ہیں۔ غرضیکہ نیت اصل میں دل کے ارادہ کا نام ہے، لیکن زبان سے اس کا اظہار کرنا بدعت نہیں ہے، بلکہ بعض مواقع پر حضور اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام سے زبان سے نیت کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

ریا اور شہرت اعمال کی بربادی کا سبب ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مسیح دجال کا ذکر کررہے تھے، اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تمہیں دجال کے فتنے سے زیادہ خطرناک بات سے آگاہ نہ کردوں؟ ہم نے عرض کیا: ضرور۔ یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: شرک خفی، دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک آدمی نماز کے لئے کھڑا ہو اور نماز کو

اس لئے لمبا کرے کہ کوئی آدمی اسے دیکھ رہا ہے۔(ابن ماجہ۔باب الریاء والسمعہ)اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا۔۔۔(مسند احمد۔ج ۴،ص ۱۲۵) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں ، اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا۔(ابن ماجہ، نسائی)

مذکورہ بالا حدیث کے چند فوائد حسب ذیل ہیں:

(۱) نیت اصل میں دل کے ارادہ کا نام ہے۔زبان سے نیت کرنا شرط نہیں ہے، البتہ کرلیں تو بہتر ہے تاکہ زبان حال کے موافق ہوجائے۔

(۲) اعمال کے صحیح وخراب اور مکمل وناقص ہونے کا دارومدار نیت پر ہے۔

(۳) جیسی نیت ہوگی ویسا ہی اجر وثواب ملے گا، یعنی نیت میں جتنا خلوص ہوگا اتنا ہی بندہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔

(۴) عبادت اور عادت میں نیت کے ذریعہ فرق ہوتا ہے۔

(۵) نیت میں خلوص کی وجہ سے انسان عمل سے زیادہ اجر وثواب حاصل کرسکتا ہے۔

(۶) ریا اور شہرت انسان کے اعمال کی بربادی کا سبب ہیں۔

سب سے زیادہ جنت میں لے جانے والا عمل تقویٰ ہے

تقویٰ کے معنی:

اپنے آپ کو اپنے رب کی ناراضگی سے بچانا تقویٰ ہے۔تقویٰ یعنی اللہ کا خوف تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے دنیا کے وجود سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام جن وانس کے لئے تقویٰ کی وصیت فرمائی ہے۔تقویٰ ہی کل قیامت کے دن نجات دلانے والی کشتی ہے۔تقویٰ مؤمنین کے لئے بہترین لباس اور بہترین زادِراہ ہے۔یہ وہ عظیم نعمت ہے، جس سے دل کی بندشیں کھل جاتی ہیں، جو راستے کو روشن کرتی ہے اور اسی کی بدولت گمراہ بھی ہدایت پا جاتا ہے۔تقویٰ ایک ایسا قیمتی موتی ہے کہ اس کے ذریعہ برائیوں سے بچنا اور نیکیوں کو اختیار کرنا آسان ہو جاتا ہے۔تقویٰ سے متعلق دامادِ رسول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول کتابوں میں مذکور ہے کہ تقویٰ دراصل اللہ تعالیٰ سے ڈرنے، شریعت پر عمل کرنے، جو مل جائے اس پر قناعت کرنے اور قیامت کے دن کی تیاری کرنے کا نام ہے۔تقویٰ کی ایک تعریف، جو صحابی رسول حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر بیان فرمائی تھی، اس طرح ہے: حضرت ابی بن کعبؓ نے اُن سے پوچھا: کیا آپ کبھی کانٹوں والے راستے پر نہیں چلے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کیوں نہیں۔حضرت ابی بن کعبؓ نے پوچھا کہ اُس وقت تمہارا عمل کیا ہوتا ہے؟ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ میں اپنے کپڑے سمیٹ لیتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ میرا دامن کانٹوں میں نہ الجھ جائے۔حضرت ابی بن کعبؓ نے کہا کہ بس یہی تقویٰ ہے۔(تفسیر ابن کثیر) تقویٰ کا اصل مرکز دل ہے، البتہ اس کا اظہار مختلف اعمال کے ذریعہ ہوتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے دل کی

طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "التقویٰ ھاھنا" تقویٰ یہاں ہے۔ (مسلم) غرضیکہ تقویٰ اصل میں اللہ تعالیٰ سے خوف ورجاء کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے طریقہ کے مطابق ممنوعات سے بچنے اور اوامر پر عمل کرنے کا نام ہے۔

اسلام میں تقویٰ کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام کی سینکڑوں آیات میں مختلف انداز سے تقویٰ یعنی اللہ سے ڈرنے کا حکم اور اس کی اہمیت وتاکید کو ذکر کیا ہے۔ تقویٰ سے متعلق تمام آیات کا ذکر کرنا اس وقت میں میرے لئے ممکن نہیں ہے، لیکن چند آیات کا ترجمہ پیش کررہا ہوں: اے ایمان والو! دل میں اللہ کا ویسا ہی خوف رکھو جیسا خوف رکھنا اس کا حق ہے۔ (سورۃ آل عمران ۱۰۲) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سیدھی سچی بات کہا کرو۔ (سورۃ الاحزاب ۷۰) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔ (سورۃ التوبۃ ۱۱۹) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ (سورۃ الحشر ۱۸) تقویٰ کوئی ایسا عمل نہیں ہے جو صرف اِس امت کے لئے خاص ہو بلکہ دنیا کے وجود سے لے کر آج تک اور قیامت تک آنے والے ہر شخص سے مطلوب ہے کہ وہ اللہ سے ڈر کر زندگی کے ایام گزارے، فرمان الٰہی ہے: ہم نے تم سے پہلے اہل کتاب کو بھی اور تمہیں بھی یہی تاکید کی ہے کہ اللہ سے ڈرو۔ (سورۃ النساء ۱۳۱)

خالق کائنات نے اپنے حبیب محمد مصطفی ﷺ کو بھی تقویٰ یعنی اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۱ میں ارشاد باری ہے: اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہو۔ ذلت کے نقشوں میں عزت دینے والے نے قرآن کریم میں اعلان کردیا کہ اس کے دربار میں مال

ودولت اور جاہ ومنصب سے کوئی شخص عزیز نہیں بن سکتا، بلکہ اس کے ہاں عزت کا معیار صرف اللہ کا خوف ہے۔ جو جتنا اللہ تعالیٰ سے ڈر کر یہ فانی دنیاوی زندگی گزارے گا وہ اس کے دربار میں اتنا ہی زیادہ عزت پانے والا ہوگا، چنانچہ فرمان الٰہی ہے: درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔ (سورۃ الحجرات ۱۳)
عبادات، معاملات اور معاشرتی زندگی میں چوبیس گھنٹے ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف آسان نہیں ہے، جب کہ شیطان، نفس اور معاشرہ ہمیں مخالف سمت لے جانے پر مصر رہتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر رحم فرما کر ارشاد فرمایا: جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔ (سورۃ التغابن ۱۶) یعنی ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی کے لمحات گزارتا رہے۔ اگر کسی شخص سے کوئی غلطی ہو جائے تو فوراً دل سے معافی مانگے، ان شاء اللہ اس کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم تقویٰ میں بھی ڈنڈی مارنا شروع کردیں، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ (سورۃ آل عمران ۱۰۲)
حج کے سفر کے دوران نیز عام زندگی میں ایک مسلمان دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے متعدد چیزوں سے آراستہ ہونا چاہتا ہے، فرمان الٰہی ہے: اور (حج کے سفر میں) زادِ راہ ساتھ لے جایا کرو کیونکہ بہترین زادراہ تقویٰ ہے۔ (سورۃ البقرہ ۱۹۷) یعنی دنیاوی اسباب کو اختیار کرنا شریعت اسلامیہ کے خلاف نہیں ہے لیکن سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ یعنی اللہ کا خوف ہے۔ سورۃ الطلاق آیت دو اور تین میں رازق کائنات نے اعلان کردیا کہ تقویٰ کا راستہ اختیار کرنے والا دونوں جہاں کی کامیابی حاصل کرنے والا ہے: اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ

اس کے لئے مشکل سے نکلنے کا کوئی نہ کوئی راستہ پیدا کر دے گا، اور اُسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جہاں سے اُسے گمان بھی نہیں ہوگا۔ نیز دوسرے مقام پر فرمایا: اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک خاص امتیاز عطا فرمائے گا اور تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا اور تمہاری مغفرت فرمائے گا۔ (سورۃ الانفال ۲۹)

تقویٰ کے فوائد:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے مختلف فوائد ذکر فرمائے ہیں، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں: ہدایت ملتی ہے (سورۃ البقرہ ۲)۔ ایسا علم ملتا ہے جس کے ذریعہ حق وباطل کے درمیان فرق کیا جا سکے (سورۃ الانفال ۲۹)۔ غم دور ہو جاتے ہیں اور وسیع رزق ملتا ہے (سورۃ الطلاق ۲ و ۳)۔ اللہ کی مدد حاصل ہوتی ہے (سورۃ النحل ۱۲۸)۔ اللہ کی معیت حاصل ہوتی ہے (سورۃ جاثیہ ۱۹)۔ اللہ کی محبت ملتی ہے (سورۃ التوبۃ ۷)۔ دنیاوی امور میں آسانی ہوتی ہے (سورۃ الطلاق ۴)۔ گناہوں کی معافی اور اجر عظیم کا حصول ہوتا ہے (سورۃ الطلاق ۸)۔ نیک عمل کی قبولیت ہوتی ہے (سورۃ المائدہ ۲۷)۔ کامیابی حاصل ہوتی ہے (سورۃ آل عمران ۱۳۰)۔ اللہ کی جانب سے خوشخبری ملتی ہے (سورۃ یونس ۶۲۔۶۴)۔ جہنم سے چھٹکارا مل جاتا ہے، جو انتہائی برا ٹھکانا ہے (سورۃ مریم ۷۱ و ۷۲)۔ ہر انسان کی سب سے بڑی خواہش یعنی جنت میں داخلہ نصیب ہوتا ہے (سورۃ ن ۳۴)۔

تقویٰ اور اسلام کے بنیادی ارکان کے درمیان صلہ اور تعلق:

تقویٰ اور نماز: اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں ارشاد فرمایا: بیشک نماز بے حیائی اور برائیوں

سے روکتی ہے۔ (سورۃ العنکوت ۴۵) بے حیائی اور برائیوں سے رکنا ہی تقویٰ ہے۔ تقویٰ اور زکوٰۃ: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اُن کے مال سے زکوٰۃ لو تا کہ اُن کو پاک کرے اور بابرکت کرے اُس کی وجہ سے، اور دعا دے اُن کو۔ (سورۃ التوبہ ۱۰۳) زکوٰۃ کوئی ٹیکس نہیں ہے جو مسلمان حکومت کو ادا کرتا ہے، اسی طرح زکوٰۃ کی ادائیگی امیر کا غریب پر کوئی احسان نہیں ہے، بلکہ جس طرح مریض کو اپنے بدن کی اصلاح کے لئے دوا کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح اپنے نفس کی اصلاح کے لئے ہر مسلمان کی ضرورت ہے کہ وہ اللہ کے حکم پر اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔ اور یہ صرف اللہ کے خوف کی وجہ سے ہوتا ہے کہ انسان مال جیسی مرغوب چیز کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، اور یہی خوفِ خدا تقویٰ کی بنیاد ہے۔ تقویٰ اور روزہ: روزہ اُن اعمال میں سے ہے جو تقویٰ کے حصول میں مددگار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں روزہ کی فرضیت کی یہی حکمت بتائی ہے کہ روزہ سے انسان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم متقی بن جاؤ۔ (سورۃ البقرہ ۱۸۳) روزہ سے خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اور یہی تقویٰ یعنی اللہ کے خوف کی بنیاد ہے۔ تقویٰ اور حج: سورۃ الحج کی ابتدا ہی اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی تعلیم سے کر کے قیامت تک آنے والے تمام انس وجن کو بتا دیا کہ حج کی ادائیگی کے لئے دنیا کے چپہ چپہ سے جم غفیر کا جمع ہونا قیامت کے دن کو یاد دلاتا ہے جہاں دودھ پلانے والی ماں اپنے اُس بچے تک کو بھول جائے گی جس کو اُس نے دودھ پلایا۔ غرضیکہ مناسک حج کی ادائیگی میں بھی یہ تعلیم ہے کہ ہم قیامت کے دن کی تیاری کریں، اور ظاہر ہے یہ صرف دل میں اللہ کے خوف کی وجہ سے ہی ممکن ہے اور یہی تقویٰ ہے۔

ہم متقی کیسے بنیں؟

اس کا جواب بہت آسان ہے کہ متقیوں کی جو صفات اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں بیان فرمائی ہیں وہ صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ چوبیس گھنٹے ہر لمحہ ہمارے دل ودماغ میں یہ رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے، اور اسے ہمیں اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کا حساب دینا ہے، خواہ ہم مسجد حرام میں بیت اللہ کے سامنے ہوں یا گھر میں اپنے بچوں کے ساتھ، بازار میں گراہکوں کے ساتھ ہوں یا چوپال میں لوگوں کے ساتھ۔ دارالحدیث کی مسند پر بیٹھ کر بخاری جیسی حدیث کی مستند کتاب پڑھا رہے ہوں یا کسی کالج میں سائنس کی تعلیم دے رہے ہوں۔ مسجد کے محراب میں بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہوں یا کسی یونیورسٹی میں حساب (Math) کی تعلیم حاصل کر رہے ہوں۔ یہی دنیاوی زندگی، ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کا پہلا اور آخری موقع ہے، کسی بھی وقت موت کا فرشتہ ہماری روح ہمارے جسم سے جدا کرسکتا ہے۔ مرنے کے بعد خون کے آنسو بہانے کے بجائے ابھی اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ کر کے گناہوں سے بچیں اور نبی کے طریقہ پر اللہ کے حکموں کو بجالائیں۔ اگر ہم اس قیمتی موتی سے آراستہ ہوگئے تو سب سے زیادہ برے ٹھکانے سے محفوظ رہ کر خالق کائنات کے مہمان خانہ میں ہمیشہ ہمیشہ چین وسکون وراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایسی ایسی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے کہ جن کے متعلق ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی چیز سب سے زیادہ جنت میں لے جانے والی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تقویٰ (پرہیزگاری) اور اچھے اخلاق ہے۔ پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی چیز سب سے زیادہ جہنم میں لے جانے والی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: منہ اور شرمگاہ۔ (ابن

ماجہ) منہ سے مراد حرام مال کھانا، دوسروں کی غیبت کرنا، جھوٹ بولنا وغیرہ وغیرہ۔شرمگاہ سے مراد زنا اور اس کے لوازمات۔

غرضیکہ عموماً تقویٰ تین امور سے حاصل ہوتا ہے:

۱) احکام الٰہی پر عمل کرنا اور برائیوں سے بچنا۔

۲) نبی ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا اور مکروہ چیزوں سے اپنی حفاظت کرنا۔

۳) شک وشبہ والے امور سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اور بعض جائز کاموں کو بھی ترک کرنا، جیسا کہ فرمان رسول ﷺ ہے: کوئی شخص اُس وقت تک متقیوں میں شامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ بعض جائز چیزیں نہ چھوڑ دے جن میں کوئی حرج نہیں ہے، ان چیزوں سے بچنے کے لئے جن میں حرج ہے۔(ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی)

اللّٰہ پر توکل انبیاء کرام کا خصوصی شعار

(کیا روزی روٹی کے لیے ہماری جدوجہد کرنا توکل کے خلاف ہے؟)

اللہ تعالیٰ پر توکل یعنی بھروسہ کرنا انبیاء کرام کے طریقہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے۔ قرآن وحدیث میں توکل علی اللہ کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔ صرف قرآن کریم میں سات مرتبہ ''وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْن'' فرما کر مؤمنوں کو صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کی تاکید کی گئی ہے، یعنی حکم خداوندی ہے کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو صرف اللہ ہی کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے۔۔۔ آیئے سب سے قبل توکل کے معنی سمجھیں۔ توکل کے لفظی معنیٰ کسی معاملہ میں کسی ذات پر اعتماد کرنے کے ہیں، یعنی اپنی عاجزی کا اظہار اور دوسرے پر اعتماد اور بھروسہ کرنا توکل کہلاتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں توکل کا مطلب: اس یقین کے ساتھ اسباب اختیار کرنا کہ دنیاوی واخروی تمام معاملات میں نفع ونقصان کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کے حکم کے بغیر کوئی پتا درخت سے نہیں گر سکتا۔ ہر چھوٹی بڑی چیز اپنے وجود اور بقا کے لیے اللہ کی محتاج ہے۔ غرضیکہ خالق کائنات کی ذات باری پر مکمل اعتماد کرکے دنیاوی اسباب اختیار کرنا توکل علی اللہ ہے۔ اگر کوئی شخص بیمار ہوجائے تو اسے مرض سے شفایابی کے لیے دوا کا استعمال تو کرنا ہے لیکن اس یقین کے ساتھ کہ جب تک اللہ تعالیٰ شفا نہیں دے گا دوا اثر نہیں کرسکتی۔ یعنی دنیاوی اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا نظام یہی ہے کہ بندہ دنیاوی اسباب اختیار کرکے کام کی انجام دہی کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ کرے، یعنی یہ یقین رکھے کہ جب تک حکم خداوندی نہیں ہوگا اسباب اختیار کرنے کے باوجود شفا نہیں مل سکتی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا اونٹی کو باندھ کر توکل کروں یا بغیر باندھے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: باندھو اور اللہ پر بھروسہ کرو۔ (ترمذی ۔ کتاب صفۃ القیامۃ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل یمن بغیر ساز وسامان کے حج کرنے کے لیے آتے اور کہتے کہ ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں ۔لیکن جب مکہ مکرمہ پہنچتے تو لوگوں سے سوال کرنا شروع کردیتے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیت (سورۃ البقرۃ ۱۹۷) نازل فرمائی: حج کے سفر میں زادِراہ ساتھ لے جایا کرو۔ (صحیح بخاری)

جو بھی اسباب مہیا ہوں انہیں اس یقین کے ساتھ اختیار کرنا چاہئے کہ کرنے والی ذات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔حضرت ایوب علیہ السلام نے جب اپنی طویل بیماری کے بعد اللہ تعالیٰ سے شفایابی کے لیے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے پیرکو زمین پر ماریں ۔اب غور کرنے کی بات ہے کہ کیا ایک شخص کا زمین پر پیر مارنا اس کی بیسیوں سال کی بیماری کی شفایابی کا علاج ہے؟ نہیں ۔لیکن انہوں نے اللہ کے حکم سے یہ کمزور سبب اختیار کیا، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کے زمین پر پیر مارنے سے پانی کا ایسا چشمہ جاری کردیا جس سے غسل کرنے پر حضرت ایوب علیہ السلام کی بیسیوں سال کی بدن کی متعدد بیماریاں ختم ہوگئیں ۔حضرت ایوب علیہ السلام کے اس واقعہ کی تفصیلات کے لیے سورۃ الانبیاء آیت ۸۳ و ۸۴ اور سورۃ ص آیت ۴۱ سے ۴۴ کی تفسیر کا مطالعہ کریں ۔حضرت ایوب علیہ السلام کے اس واقعہ سے ہمیں متعدد سبق ملے، دو اہم سبق یہ ہیں ۔ پہلا سبق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ سے بھی حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا دے سکتے تھے مگر دنیا کے دار

الاسباب ہونے کی وجہ سے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ کچھ حرکت کریں یعنی کم از کم اپنے پیر کو زمین پر ماریں۔ دوسرا سبق یہ ہے کہ جو بھی اسباب مہیا ہوں ان کو اس یقین کے ساتھ اختیار کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکم سے کمزور اسباب کے باوجود کسی بڑی سے بڑی چیز کا بھی وجود ہوسکتا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام نے جب اللہ کے حکم سے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنا تو اُن کے لیے حکم خداوندی ہوا کہ کھجور کے تنے کو ہلائیں یعنی حرکت دیں، اُس سے جب پکی ہوئی تازہ کھجوریں جھڑیں تو ان کو کھائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے حضرت مریم علیہا السلام کو بغیر کسی سبب کے بھی کھجور کھلا سکتے تھے لیکن دنیا کے دارالاسباب ہونے کی وجہ سے حکم ہوا کہ کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ۔ چنانچہ حضرت مریم علیہا السلام نے حکم خداوندی کی تعمیل میں کھجور کے تنے کو حرکت دی۔ کھجور کا تنا اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ چند طاقت ور مرد حضرات بھی اسے آسانی سے نہیں ہلا سکتے ہیں لیکن صنف نازک نے اس کمزور سبب کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے سوکھے ہوئے کھجور کے درخت سے حضرت مریم علیہا السلام کے لیے تازہ کھجوریں یعنی غذا کا انتظام کر دیا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو بھی اسباب مہیّا ہوں اللہ پر توکل کر کے اُنہیں اختیار کرنا چاہیئے۔

اسباب تو ہمیں اختیار کرنے چاہئیں لیکن ہمارا بھروسہ اللہ کی ذات پر ہونا چاہیئے کہ وہ اسباب کے بغیر بھی چیز کو وجود میں لا سکتا ہے اور اسباب کی موجودگی کے باوجود اس کے حکم کے بغیر کوئی بھی چیز وجود میں نہیں آسکتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا، جلانے کے سارے اسباب موجود تھے مگر حکم خداوندی ہوا کہ آگ حضرت ابراہیم کے لیے سلامتی بن

جائے تو آگ نے انہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچایا، بلکہ وہ آگ جو دوسروں کو جلا دیتی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی کا سبب بن گئی۔ اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر طاقت کے ساتھ تیز چھری چلائی گئی مگر چھری بھی کاٹنے میں اللہ کے حکم کی محتاج ہوتی ہے، اللہ نے اُس چھری کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن کو نہ کاٹنے کا حکم دے دیا تھا، لہٰذا کاٹنے کے اسباب کی موجودگی کے باوجود چھری حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن نہیں کاٹ سکی۔

اسباب وذرائع ووسائل کا استعمال کرنا منشائے شریعت اور حکم الٰہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اسباب ووسائل کو اختیار بھی فرمایا اور اس کا حکم بھی دیا خواہ لڑائی ہو یا کاروبار۔ ہر کام میں حسب استطاعت اسباب کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا جائز وحلال طریقہ پر اسباب ووسائل کو اختیار کرنا، پھر اللہ کی ذات پر کامل یقین کرنا توکل علی اللہ کی روح ہے۔ اگر توکل علی اللہ کا مطلب یہ ہوتا کہ صرف اللہ کی مدد ونصرت پر یقین کرکے بیٹھ جائیں تو سب سے پہلے قیامت تک آنے والے انس وجن کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس پر عمل کرتے حالانکہ آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا اور نہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم دیا بلکہ دشمنوں کے مقابلہ کے لیے پہلے پوری تیاری کرنے کی تاکید فرمائی۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ قرآن کریم میں اللہ پر توکل یعنی بھروسہ کرنے کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ اختصار کے مدنظر یہاں صرف چند آیات کا ترجمہ پیش کررہا ہوں۔ ”تم اُس ذات پر بھروسہ کرو جو زندہ ہے، جسے کبھی موت نہیں آئے گی“ (سورۃ الفرقان ۵۸) ”جب تم کسی کام کے کرنے کا عزم کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو“ (سورۃ آل عمران ۱۵۹) ”جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے

لیے کافی ہو جاتا ہے“ (سورۃ الطلاق ۳) ”بے شک ایمان والے وہی ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل نرم پڑ جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ آیات ان کے ایمان میں اضافہ کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں“ (سورۃ الانفال ۲)۔

ہمارے نبی نے بھی متعدد مرتبہ اللہ پر توکل کرنے کی تعلیم دی ہے، فی الحال صرف ایک حدیث پیش ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ پر توکل کرتے جیسے توکل کا حق ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو اس طرح رزق عنایت فرماتے جیسا کہ پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح سویرے خالی پیٹ نکلتے اور شام کو پیٹ بھر کر واپس لوٹتے ہیں۔ (ترمذی) مشاہدہ ہے کہ پرندوں کو بھی رزق حاصل کرنے کے لیے اپنے گھونسلوں سے نکلنا پڑتا ہے، لیکن رزق دینے والی ذات صرف اور صرف اللہ ہی کی ہے۔

جب کفار مکہ اُحد کی جنگ سے واپس چلے گئے تو راستے میں انہیں پچھتاوا ہوا کہ ہم جنگ میں غالب آجانے کے باوجود خواہ مخواہ واپس آگئے، اگر ہم کچھ اور زور لگاتے تو تمام مسلمانوں کا خاتمہ ہوسکتا تھا۔ اس خیال کی وجہ سے انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا۔ دوسری طرف حضور اکرم ﷺ نے اُن کے ارادہ سے باخبر ہو کر اُحد کے نقصانات کی تلافی کے لیے جنگ اُحد کے اگلے دن صبح سویرے صحابہ میں یہ اعلان فرمایا کہ ہم دشمن کے تعاقب میں جائیں گے، اور جو لوگ جنگ اُحد میں شریک تھے صرف وہ ہمارے ساتھ چلیں۔ صحابۂ کرام جنگ کی وجہ سے زخمی اور بہت زیادہ تھکے ہوئے تھے لیکن انہوں نے آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا۔ حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے تو

قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص نے مسلمانوں کے حوصلے کا خود مشاہدہ کیا۔ بعد میں اس شخص کی ملاقات کفار مکہ کے سردار ابوسفیان سے ہوئی تو اس نے مسلمانوں کے حوصلے کے متعلق بتایا اور مکہ مکرمہ واپس جانے کا مشورہ دیا۔ اس سے کفار پر رعب طاری ہوا اور وہ واپس مکہ مکرمہ چلے گئے مگر ابوسفیان نے ایک شخص کے ذریعہ مسلمانوں کے لشکر میں یہ خبر (جھوٹی) پہنچادی کہ ابوسفیان بہت بڑا لشکر جمع کر چکا ہے اور وہ مسلمانوں کا خاتمہ کرنے کے لیے ان پر حملہ کرنے والا ہے۔ اس پر صحابۂ کرام ڈرنے کے بجائے بول اٹھے: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ (سورۃ آل عمران ۱۷۳) یہی توکل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم ایک گھنے سایہ دار درخت کے پاس آئے تو اس درخت کو ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے چھوڑ دیا۔ مشرکین میں سے ایک شخص آیا اور حضور اکرم ﷺ کی درخت سے لٹکی ہوئی تلوار اس نے لے لی اور سونت کر کہنے لگا: کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ اس نے کہا کہ تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے کہا: اللہ۔ اس پر تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آپ ﷺ نے وہ تلوار پکڑ کر فرمایا۔ تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا تم بہتر تلوار پکڑنے والا بن جاؤ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، لیکن میں آپ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ نہ میں آپ سے لڑوں گا اور نہ میں اُن لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپ سے لڑتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہنے لگا میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔ (مسند احمد، یہ واقعہ الفاظ کے فرق کے ساتھ بخاری و مسلم بھی موجود

ہے) خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مشرکین کے قدم دیکھے جب کہ ہم غار (ثور) میں تھے۔ وہ ہمارے سروں کے اوپر کھڑے تھے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں کی نچلی جانب دیکھے تو وہ ہمیں دیکھ لے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! تیرا ان دو کے متعلق کیا گمان ہے کہ اللہ جن کا تیسرا ہے۔ (بخاری و مسلم)

توکل علی اللہ کے حصول کے لیے ایک دعا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے: "بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ میں اللہ کا نام لے کر گھر سے نکلتا ہوں اور اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں، اور نہ کسی بھی کام کی قدرت میسر آ سکتی ہے نہ قوت مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے" تو اس کو کہہ دیا جاتا ہے تو نے ہدایت پائی، تیری کفالت کر دی گئی، تجھے ہر شر سے بچا دیا گیا اور شیطان اس سے دور ہٹ جاتا ہے۔ (ابوداود، ترمذی)

اللہ اپنے بندہ کی توبہ سے بہت خوش ہوتے ہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے (جبکہ وہ اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے) اُس سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جتنی خوشی تم میں سے کسی مسافر کو اپنے اُس (سواری کے) اونٹ کے مل جانے سے ہوتی ہے جس پر وہ چٹیل بیابان میں سفر کر رہا ہو، اُسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان بندھا ہو اور (اتفاق سے) وہ اونٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ جائے اور وہ (اس کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے) مایوس ہو جائے اور اسی مایوسی کے عالم میں (تھکا ہارا بھوکا پیاسا) کسی درخت کے سایہ کے نیچے لیٹ جائے اور اسی حالت میں (اس کی آنکھ لگ جائے اور جب آنکھ کھلے تو) اچانک اس اونٹ کو اپنے پاس کھڑا ہوا پائے اور (جلدی سے) اس کی نکیل پکڑ لے اور خوشی کے جوش میں (زبان اس کے قابو میں نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی غرض سے) کہنے لگے! اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں۔ (خوشی کے مارے اسے پتہ بھی نہ چلے کہ میں کیا کہہ گیا)۔ (صحیح مسلم۔ کتاب التوبۃ۔ باب فی الحض علی التوبۃ والفرح بہا)

بندہ کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کی خوشی بھی اُس کی شان ربوبیت اور رحمت کا تقاضہ ہے کہ اس کا ایک بھٹکا ہوا بندہ، اپنی نادانی سے شیطان کے فریب میں آکر اس کی عبادت کی راہ سے بھٹک گیا تھا، راہ راست پر آ گیا۔ لیکن بندہ کی توبہ واستغفار سے اللہ تعالیٰ کی شان میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا ہے۔ وہ بڑا ہے اور بڑا ہی رہے گا۔ وہ بے نیاز ہے، اسے ہماری ضرورت نہیں ہے لیکن ہم اس کے محتاج ہیں۔ اس کی کوئی نظیر نہیں ہے، وہ پوری کائنات کا خالق و مالک ورازق ہے۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرنے کا فائدہ ہمیں ہی پہنچتا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف

ورزی کرنے پراس کا نقصان بھی ہمیں ہی پہنچتا ہے۔

پوری امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنا ضروری ہے۔اگر گناہ کا تعلق اللہ کے حقوق سے ہے مثلاً نماز وروزہ کی ادائیگی میں کوتاہی یا ان اعمال کو کرنا جن سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے مثلاً شراب پینا اور زنا کرنا،تو توبہ کے لئے تین شرطیں ہیں:۱) گناہ کو چھوڑنا۔۲) کئے گئے گناہ پر شرمندہ ہونا۔۳) آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا۔لیکن اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو ان تین شرطوں کے علاوہ مزید ایک اہم شرط ضروری ہے کہ پہلے بندہ سے معاملہ صاف کیا جائے،یعنی اگر اس کا حق ہے تو وہ ادا کیا جائے یا اس سے معافی طلب کی جائے۔غرضیکہ بندوں کے حقوق کے متعلق کل قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا اصول وضابطہ بیان کردیا کہ پہلے بندہ کا حق ادا کیا جائے یا اس سے معافی طلب کی جائے یہاں تک کہ وہ معاف کردے،پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کے لئے رجوع کیا جائے۔

توبہ کے لیے شرائط:

توبہ کے معنی لوٹنے کے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے فرمانبرداری کی طرف لوٹنا شریعت اسلامیہ میں توبہ کہلاتا ہے۔حقوق اللہ میں کوتاہی کی صورت میں توبہ کے صحیح ہونے کے لئے تین شرطیں اور بندے کے حقوق میں کوتاہی کرنے پر توبہ کے لئے چار شرطیں ضروری ہیں۔لہٰذا ہمیں جس طرح اللہ کے حقوق کو مکمل طور پر ادا کرنا چاہیئے،اسی طرح بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں ادنیٰ سی کوتاہی سے بھی بچنا چاہیئے۔بندوں کے حقوق میں کوتاہی کرنے پر کل قیامت کے دن محسن انسانیت ﷺ کے فرمان کے مطابق اعمال کے ذریعہ بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی جائے گی،جیسا کہ فرمان رسول ﷺ ہے:میری امت کا مفلس شخص وہ ہے جو

قیامت کے دن بہت سی نماز، روزہ، زکوٰۃ (اور دوسری مقبول عبادتیں) لے کر آئے گا، مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا یا کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے ایک حق والے کو (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی، ایسے ہی دوسرے حق والے کو اس کی نیکیوں میں سے (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی۔ پھر اگر دوسروں کے حقوق چکائے جانے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو (ان حقوق کے بقدر) حق داروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے کئے ہوں گے) ان سے لے کر اس شخص پر ڈال دیے جائیں گے اور پھر اس شخص کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں بھی بار بار ہمیں توبہ کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اختصار کے پیش نظر صرف دو آیات پیش ہیں: اے مؤمنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ (سورۃ النور ۳۱) اے ایمان والو! اللہ کے سامنے سچی توبہ کرو۔ بہت ممکن ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ معاف کر کے تمہیں جنت میں داخل کر دے۔ (سورۃ التحریم ۸) پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ توبہ کرنے والے کامیاب ہیں، دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ سچی توبہ کرنے والوں کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں اور ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔

قیامت تک آنے والے انس وجن کے نبی حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ کی بارگاہ میں تم توبہ واستغفار کرو۔ میں دن میں سوسو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ (مسلم) اسی طرح فرمان نبی ﷺ ہے: اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے ایک ایک دن میں ستر ستر مرتبہ سے زیادہ توبہ

واستغفار کرتا ہوں۔(بخاری) ہمارے نبی اکرم ﷺ گناہوں سے پاک وصاف اور معصوم ہونے کے باوجود روزانہ سوسو مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے،اس میں امت مسلمہ کو تعلیم ہے کہ ہم روزانہ اہتمام کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں،اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے،جیسا کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص پابندی سے استغفار کرتا رہے (یعنی اپنے گناہوں سے معافی طلب کرتا رہے)اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنادیتے ہیں۔ ہر غم سے اسے نجات عطا فرماتے ہیں۔اور ایسی جگہ سے روزی عطا فرماتے ہیں کہ جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔(ابوداود۔باب فی الاستغفار)

کوئی شخص کب تک توبہ کرسکتا ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک وہ نزاع کی حالت کو نہ پہنچ جائے۔(ترمذی)یعنی جب انسان کا آخری وقت آجاتا ہے تو پھر اس کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتے ہیں۔موت کا وقت اور جگہ سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کسی کو معلوم نہیں۔چنانچہ بعض بچپن میں،تو بعض عنفوان شباب میں اور بعض ادھیڑ عمر میں، جبکہ باقی بڑھاپے میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہیں۔بعض صحت مند تندرست نوجوان سواری پر سوار ہوتے ہیں لیکن انہیں نہیں معلوم کہ وہ موت کی سواری پرسوار ہوچکے ہیں۔یہی دنیاوی فانی وقتی زندگی ٔاخروی ابدی زندگی کی تیاری کے لئے پہلا اور آخری موقع ہے۔لہذا ضروری ہے کہ ہم افسوس کرنے یا خون کے آنسو بہانے سے قبل ٔاس دنیاوی فانی زندگی میں ہی اپنے گناہوں سے توبہ کرکے اپنے مولا کو راضی کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہماری روح ہمارے بدن سے اس حال میں جُدا ہو کہ ہمارا خالق ومالک ورازق ہم سے راضی ہو۔

سچے دل سے توبہ کرنے پر بڑے سے بڑے گناهوں کی بھی معافی:

حدیث کی مشہور ومعروف کتابوں میں نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے سنایا ہوا ایک واقعہ مذکور ہے: تم سے پہلی امت میں ایک آدمی تھا جو ۹۹ آدمیوں کو قتل کر چکا تھا۔ اس نے کسی بڑے عالم دین کا پتہ دریافت کیا تو لوگوں نے اسے ایک (عیسائی) راہب کا پتہ بتایا۔ یہ شخص اس راہب کے پاس گیا اور کہا کہ میں ۹۹ آدمیوں کو قتل کر چکا ہوں، کیا اب بھی میرے لئے توبہ کا امکان ہے؟ راہب نے کہا: نہیں۔ تو اُس شخص نے راہب کو بھی قتل کر ڈالا اور اس طرح ۱۰۰ قتل پورے کر دئے۔ (لیکن وہ اپنے کئے ہوئے گناہ پر بہت زیادہ شرمندہ تھا اور اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرنا چاہتا تھا۔) پھر لوگوں سے بڑے عالم دین کا پتہ دریافت کیا تو لوگوں نے اس کو ایک اور عالم کا پتہ بتایا۔ یہ شخص ان کے پاس گیا اور کہا میں سو آدمیوں کو قتل کر چکا ہوں، کیا اب بھی میرے لئے توبہ کا امکان ہے؟ اس نے کہا: ہاں، ضرور ہے۔ اور بھلا اللہ کے بندہ اور توبہ کے درمیان کوئی چیز رکاوٹ ہوسکتی ہے؟ تم فلاں بستی میں چلے جاؤ۔ وہاں اللہ کے کچھ نیک بندے اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہیں۔ تم ان کے ساتھ رہ کر اللہ کی عبادت میں مصروف ہوجاؤ۔ یہ شخص (توبہ کرکے) اس بستی کی جانب چل دیا۔ آدھا راستہ طے کیا تھا کہ موت آگئی۔ اس کی روح کے بارے میں رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہونے لگا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ شخص اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوچکا ہے، لہٰذا ہم اس کی روح لے کر جائیں گے۔ عذاب کے فرشتوں نے کہا کہ اس نے ابھی تک کوئی نیک عمل نہیں کیا ہے، لہٰذا یہ شخص رحمت کا مستحق نہیں ہے۔ اللہ کے حکم سے ایک

فرشتہ انسانی شکل میں ان کے سامنے آیا۔ دونوں فریق نے اس کو اپنا حکم بنالیا۔ اس انسان نما فرشتہ نے کہا کہ دونوں سرزمینوں (گناہ کی بستی اور عبادت کی بستی) کی پیمائش کرلو، جس علاقہ سے یہ قریب ہو اسی علاقہ کے لوگوں میں شامل کردو۔ چنانچہ انھوں نے زمین کی پیمائش کی، اُس علاقہ سے قریب تر پایا جس میں عبادت الٰہی کے ارادہ سے وہ جارہا تھا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے بدکاری کی سرزمین کو حکم دیا کہ تو دور ہوجا اور نیکوکاری کی سرزمین کو حکم دیا کہ تو قریب ہوجا، اور اس طرح نیکی کی سرزمین ایک بالشت قریب نکلی چنانچہ اس کی مغفرت کردی گئی۔

اس واقعہ کی تائید قرآن وحدیث سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ الزمر آیت ۵۳ میں ارشاد فرماتا ہے: کہہ دو کہ "اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کررکھی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقین جانو اللہ سارے کے سارے گناہ معاف کردیتا ہے۔ یقیناً وہ بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔" فرمان رسول ﷺ ہے: اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں تاکہ دن میں گناہ کرنے والا رات کو توبہ کرے اور دن کو اپنا دست قدرت پھیلاتے ہیں تاکہ رات کو گناہ کرنے والا دن کو توبہ کرے۔ (صحیح مسلم) اللہ تعالیٰ دنیا میں شرک جیسے بڑے گناہ کو بھی سچی توبہ کرنے پر معاف کردیتا ہے۔ لہٰذا ہمیں گناہوں کی کثرت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، لیکن فرمان رسول ﷺ (عقلمند شخص وہ ہے جو اپنا محاسبہ کرتا رہے اور مرنے کے بعد کے لئے عمل کرتا رہے۔ اور بے وقوف شخص وہ ہے جو اپنی خواہش پر عمل کرے اور اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی امیدیں باندھے) (ترمذی وابن ماجہ) کے مطابق ہمیں گناہ کرنے کی جرأت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ توبہ کی توفیق ملنے سے قبل ہی

ہماری روح جسم سے پرواز کر جائے۔

اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس وقت بھی معاف کرنے کے لئے تیار ہے، لہٰذا فوراً گناہوں سے معافی مانگ کر اچھائیوں کی طرف سبقت کریں۔کل، جمعہ یا رمضان پر اپنی توبہ کو معلق نہ کریں۔ بلکہ ابھی گناہوں سے بچ کر اپنے کئے ہوئے گناہوں پر شرمندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں۔ان شاء اللہ ہمارے بڑے بڑے گناہوں کو بھی اللہ تعالیٰ معاف کرنے کے لئے تیار ہے۔اگر توبہ سے قبل ہماری روح ہمارے جسم سے دور ہونے لگے تو پھر خون کے آنسو بہانے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔اگر ہم نے بندوں کے حقوق میں کوتاہی کی ہے تو پہلی فرصت میں حقوق کی ادائیگی کر کے یا معافی طلب کر کے بندے سے اپنا معاملہ صاف کرلیں ورنہ قیامت کے دن اعمال کے ذریعہ حقوق کی ادائیگی کی جائے گی جیسا کہ ہمارے نبی نے بیان کیا ہے۔ جہاں تک دنیاوی زندگی میں مشغولیت کا تعلق ہے تو ہمارے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر انسان کو ایک وادی سونے کی مل جائے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس دو وادیاں ہوں۔اس کے منہ کو قبر کی مٹی ہی بھرے گی اور توبہ کرنے والے کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے۔(بخاری ومسلم)

بڑے بڑے گناہوں سے مستقل توبہ کرنا ضروری ہے، اگرچہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کی مغفرت کے لئے استغفار پڑھنا بھی کافی ہے۔اسی لئے علماء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر کیا ہے کہ ہمیں ہر نماز کے بعد اور صبح وشام استغفار پڑھنا چاہئے۔انسان کے ساتھ شیطان، اپنا نفس اور معاشرہ لگا ہوا ہے، جس کی وجہ سے انسان گناہ سے سچی توبہ کرنے کے باوجود اس گناہ کو دوبارہ کر بیٹھتا ہے، لیکن انسان کو ہمیشہ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر آئندہ نہ

کرنے کے عزم کے ساتھ توبہ کرتے رہنا چاہئے اور اس بات کی دن رات فکر کرنی چاہئے کہ فلاں گناہ سے کیسے نجات حاصل کی جائے، جیسا کہ مذکورہ بالا واقعہ میں ۹۹ قتل کرنے کے بعد وہ شخص سچے دل سے توبہ کرنا چاہتا تھا۔ اگر گناہ سے بچنے کا پختہ ارادہ ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس شخص کو گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔

صبر کی توفیق سب سے بہتر اور وسیع تر عطیہ

صبر انسان میں ایک ایسی داخلی قدرت کا نام ہے جو ایمانی قوت سے پیدا ہوتی ہے، جس کے ذریعہ اپنی خواہشات پر قابو پانے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر قناعت کرنے کا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ صبر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان کسی تکلیف یا صدمہ پر روئے بھی نہیں۔ کسی تکلیف یا صدمہ پر رنج وافسوس کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے، اسی لئے شریعت اسلامیہ نے کسی تکلیف یا مصیبت کے وقت رونے پر کوئی پابندی نہیں لگائی کیونکہ جو رونا بے اختیار آجائے وہ بے صبری میں داخل نہیں۔ البتہ صبر کا مطلب یہ ہے کہ کسی تکلیف یا صدمہ یا حادثہ پر اللہ تعالیٰ سے کوئی شکوہ نہ کیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر رضامندی کا اظہار کرکے اس کو تسلیم کیا جائے۔ ویسے تو ہر شخص اپنی زندگی میں بے شمار مرتبہ صبر کرتا ہے مگر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی صورت میں ہی صبر کرنا عبادت بنے گا، ورنہ مجبوری۔

جلیل القدر نبی حضرت ایوب علیہ السلام کا مصیبتوں اور تکلیفوں پر صبر کرنا صبر ایوبی کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی اولاد کے انتقال کے علاوہ آپ کا تمام مال بھی ختم ہوگیا تھا، نیز متعدد بیماریاں آپ کو لگ گئی تھیں، جن کی وجہ سے لوگوں نے آپ کو الگ تھلگ کردیا تھا مگر حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی نے آپ کی بے مثال خدمت کی۔ جب بیوی کو بھی آپ کی وجہ سے بہت زیادہ تکالیف کا سامنا کرنا پڑا تو حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی تکلیفوں کی دوری کے لئے دعا فرمائی، چنانچہ آپ کو مکمل صحت عطا کردی گئی۔

صبر کی متعدد اقسام ہیں۔

۱) اللہ تعالیٰ نے جن اعمال کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کو بجالانا خواہ بظاہر مزاج کے خلاف ہو۔ مثلاً گرم بستر چھوڑ کر نماز فجر ادا کرنا۔ مال کی محبت اور اُس کی ضرورت کے باوجود زکوٰۃ کے فرض ہونے پر زکوٰۃ ادا کرنا۔

۲) اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اُن سے بچنا خواہ نفس کی خواہش ہو۔ مثلاً شراب پینے اور رشوت لینے سے بچنا۔

۳) اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر صبر کرنا، یعنی جو بھی حالات آئیں اُن پر صبر کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں جگہ جگہ صبر کرنے کی تعلیم دی ہے۔ چند آیات پیش ہیں: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل ہوں اُن کو مردہ نہ کہو۔ دراصل وہ زندہ ہیں۔ مگر تم کو (اُن کی زندگی کا) احساس نہیں ہوتا۔ اور دیکھو ہم تمہیں آزمائیں گے ضرور، (کبھی) خوف سے، اور (کبھی) بھوک سے، اور (کبھی) مال وجان اور پھلوں میں کمی کر کے۔ اور جو لوگ (ایسے حالات میں) صبر سے کام لیں اُن کو خوشخبری سنا دو۔ (سورۃ البقرہ ۱۵۳۔۱۵۵) اسی طرح فرمان الٰہی ہے: اے ایمان والو! صبر کرو اور دشمن کے مقابلہ میں ڈٹے رہو۔ (سورۃ آل عمران ۲۰۰) صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر وثواب عطا کیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو لوگ صبر سے کام لیتے ہیں اُن کا ثواب انہیں بے حساب دیا جائے گا۔ (سورۃ الزمر ۱۰) حالات پر صبر کرنے کو اللہ تعالیٰ نے ہمت والا کام قرار دیا چنانچہ فرمان الٰہی ہے: جو شخص صبر سے کام لے اور درگزر

کر جائے تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔سورۃ العصر میں خالق کائنات نے انسان کی کامیابی کے لئے صبر اور صبر کی تلقین کو لازم قرار دیا۔

قیامت تک آنے والے انس و جن کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے بھی اپنے قول وعمل سے صبر کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ نبی بنائے جانے سے لے کر وفات تک آپ ﷺ کو بے شمار تکلیفیں دی گئیں۔آپ ﷺ کے اوپر اونٹنی کی اوجھڑی ڈالی گئی۔آپ ﷺ کے اوپر گھر کا کوڑا ڈالا گیا۔آپ ﷺ کو کاہن، جادوگر اور مجنوں کہہ کر مذاق اڑایا گیا۔آپ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دی گئی۔آپ ﷺ کا تین سال تک بائیکاٹ کیا گیا۔آپ ﷺ پر پتھر برسائے گئے۔ آپ ﷺ کو اپنا شہر چھوڑنا پڑا۔آپ ﷺ غزوۂ احد کے موقع پر زخمی کئے گئے۔آپ ﷺ کو زہر دے کر مارنے کی کوشش کی گئی۔آپ ﷺ نے کبھی ایک دن میں دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔آپ ﷺ نے بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھے۔ آپ ﷺ کے گھر میں دو دو مہینے تک چولہا نہیں جلا۔آپ ﷺ کے اوپر پتھر کی چٹان گرا کر مارنے کی کوشش کی گئی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا آپ ﷺ کی ساری اولاد کی آپ ﷺ کے سامنے وفات ہوئی۔غرضیکہ سید الانبیاء وسید البشر کو مختلف طریقوں سے ستایا گیا، مگر آپ ﷺ نے کبھی صبر کا دامن نہیں چھوڑا، آپ ﷺ رسالت کی اہم ذمہ داری کو استقامت کے ساتھ بحسن خوبی انجام دیتے رہے۔ہمیں آپ ﷺ کی زندگی سے یہ سبق لینا چاہئے کہ گھریلو یا ملکی یا عالمی سطح پر جیسے بھی حالات ہمارے اوپر آئیں، ہم ان پر صبر کریں اور اپنے نبی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اللہ سے اپنا تعلق مضبوط کریں۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ، بیماری، غم، رنج، دکھ اور تکلیف

پہنچتی ہے حتی کہ وہ کانٹا بھی جو اس کو چبھتا ہے، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی غلطیاں معاف فرماتے ہیں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اللہ اسے بچا لیتے ہیں اور جو بے نیازی طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بے نیاز کر دیتے ہیں۔ جو صبر اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو صبر عطا کرتے ہیں۔ صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر عطیہ کسی کو نہیں دیا گیا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمن کا سارا معاملہ ہی عجیب ہے کہ اس کے تمام کام اس کے لئے خیر ہیں۔ مؤمن کے علاوہ کسی کو یہ چیز (اللہ کی عظیم نعمت) حاصل نہیں۔ اگر اس کو خوشحالی میسر آتی ہے تو شکر کرتا ہے تو یہ شکر کرنا اس کے لئے بہتر ہے۔ اور اگر اس کو تنگ دستی آ جائے تو صبر کرتا ہے تو یہ صبر کرنا اس کے لئے بہتر ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا جو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ اُس نے کہا مجھ سے ہٹ جاؤ۔ تمہیں میری والی مصیبت نہیں پہنچی اور نہ تم اس کو جانتے ہو۔ اس عورت نے آپ ﷺ کو نہیں پہچانا تھا۔ جب اس کو بتا گیا کہ وہ حضور اکرم ﷺ تھے، تو وہ حضور اکرم ﷺ کے دروازہ پر حاضر ہوئی اور وہاں کسی دربان کو نہ دیکھا تو کہنے لگی۔ میں نے آپ ﷺ کو نہیں پہچانا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ صبر وہی ہے جو تکلیف کے آغاز میں کیا جائے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) یعنی کسی مصیبت یا پریشانی کے آنے پر شروع سے ہی صبر کرنا چاہئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو تکلیف میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص تکلیف

میں مبتلا ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر اسے کرنا ہی ہو تو یوں کہے: اے اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میں میرے لئے خیر ہے اور مجھے موت دے جب موت میں میرے لئے بہتری ہو۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دنیا میں بھی گناہ کی سزا جلد دے دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو گناہ کے باوجود سزا کو روک دیتا ہے تاکہ پوری سزا قیامت کے دن دے۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا: بڑا بدلہ بڑی آزمائش کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو پسند فرماتا ہے تو ان کو کسی آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ جو اس آزمائش سے راضی ہو اس کے لئے اللہ کی رضامندی ہے اور جو ناراض ہو اس کے لئے اللہ کی ناراضگی ہے۔ (ترمذی) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں بہادر وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دے۔ بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر کنٹرول کرے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمن مرد و عورت کی جان، اولاد اور مال پر آزمائش آتی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (ترمذی)

کسی قریبی رشتہ دار کے انتقال پر دل کا غمگین ہونا اور آنکھوں سے آنسوں کا بہنا ایک فطری تقاضہ ہے۔ مگر بلند آواز سے مرحوم کے اوصاف بیان کر کے رونے پیٹنے، کپڑوں کے پھاڑنے اور گریہ وزاری کرنے سے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ ہمیں ایسے موقع پر صبر سے کام لینا چاہئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کوئی بندہ بھی اپنی مصیبت میں یہ کہے: "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ

رَاجِعُوْن، اللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْراً مِنْهَا" تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی مصیبت میں اس کا ثواب عطا کرتا ہے اور اس سے بہتر چیز اسے عطا کرتا ہے۔ چنانچہ جب ابو سلمہؓ کا انتقال ہوا تو میں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق یہ دعا پڑھی، حالانکہ میں سوچ رہی تھی کہ اُن سے بہتر کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے اُن سے بہتر دولت یعنی رسول اللہ ﷺ کو عطا کیا۔ (صحیح مسلم) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت ابو سلمہؓ سے ہوا تھا، جو نبی اکرم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ انہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ آپ کو آپ کے خاندان والوں نے حضرت ابو سلمہؓ کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کرنے سے روک دیا تھا اور گود کا بچہ بھی چھین لیا تھا۔ بعد میں حضرت ام سلمہؓ کی حالت پر ترس کھا کر خاندان والوں نے بچہ کو دے دیا تھا اور مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی بھی اجازت دے دی تھی۔ آپ پہلی مہاجر خاتون تھیں۔ ان کے شوہر حضرت ابو سلمہؓ کی جنگ احد کے زخموں سے وفات ہوگئی تھی۔ چار بچے یتیم چھوڑے۔ جب کوئی بظاہر دنیاوی سہارا نہ رہا تو نبی اکرم ﷺ نے بے کس بچوں اور ان کی حالت پر رحم کھا کر ان سے نکاح کرلیا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ دنیا میں کوئی بھی بشر ایسا نہیں ہے جس کو پریشانیوں، مصیبتوں، تکلیفوں اور دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ خالق کائنات نے قرآن کریم (سورۃ البلد) میں چار چیزوں کی قسم کھا کر قیامت تک کے لئے اصول وضابطہ بیان فرمادیا کہ دنیا میں انسان کو اس طرح پیدا کیا گیا ہے کہ اُسے زندہ رہنے کے لئے کسی نہ کسی شکل میں مشقت ضرور اٹھانی پڑتی ہے چاہے وہ کتنا ہی بڑا حاکم یا دولت مند شخص کیوں نہ ہو۔ انبیاء، صحابہ، علماء اور صالحین کو بھی دشوارکن

مراحل سے گزرنا پڑا ہے۔ ہمارے اوپر جو پریشانیاں اور دشواریاں آتی ہیں وہ یا تو ہمارے اعمال کی سزا ہوتی ہیں یا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہماری آزمائش ہوتی ہے۔ لہٰذا مصیبت یا پریشانی کے وقت گناہوں سے توبہ واستغفار کرکے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے، اسی میں ہماری کامیابی پوشیدہ ہے۔ دشواریوں اور پریشانیوں کے وقت رب العالمین نے ہمیں صبر کرنے اور نماز قائم کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، یعنی صبر کرنے والوں کو اللہ کی معیت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اِن دِنوں مسلمانوں کے سامنے علاقائی وعالمی سطح پر بے شمار مسائل درپیش ہیں، جن کے حل کے لئے متعدد فارمولے پیش کئے جاسکتے ہیں، لیکن سب سے اہم فارمولا یہ ہے کہ ہم اپنا تعلق خالق کائنات سے مضبوط کریں اور خالق کائنات کے حکم کی روشنی میں حالات پر صبر کرکے نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہیں۔

کاروباری، سماجی وگھریلو زندگی
میں ہمیشہ سچ بولنا چاھئے

سچائی ایسی صفت ہے جس کی اہمیت ہر مذہب اور ہر دور میں یکساں طور پر تسلیم کی گئی ہے۔اس کے بغیر انسانیت مکمل نہیں ہوتی۔اسی لئے شریعت اسلامیہ میں اس کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے،اور بار بار سچ بولنے کی تاکید کی گئی ہے، چنانچہ محسن انسانیت نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ سچ بولنے کی تعلیم دی اور جھوٹ بولنے سے منع فرمایا۔آپ ﷺ ہمیشہ سچ بولتے تھے،حتی کہ آپ ﷺ کو نبی ورسول نہ ماننے والوں نے بھی آپ ﷺ کی سچائی اور امانت داری سے متاثر ہوکر آپ کو صادق اور امین جیسے القاب سے نوازا تھا۔اسلام کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل بھی تسلیم کرتا تھا کہ محمد (ﷺ) کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔

تمام انبیاءکرام نے بھی ہمیشہ سچ بولنے کی تاکید فرمائی۔حضرت ابراہم علیہ السلام کے متعلق فرمان الٰہی ہے:"اور کتاب میں ابراہیم کو یاد کرو، بے شک وہ نہایت سچے پیغمبر تھے" (سورۃ مریم ۴۱)،حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں قرآن کریم (سورۃ یوسف ۵۱) میں ہے: "(اصل قصہ یہ ہے کہ) میں (حضرت زلیخا) نے اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور وہ (حضرت یوسف علیہ السلام) بے شک سچا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں بھی پوری انسانیت کو متعدد مرتبہ سچ بولنے کی تعلیم دی ہے چنانچہ ارشاد ہے:اے ایمان والو!اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔(سورۃ التوبۃ ۱۱۹) اسی طرح فرمان الٰہی ہے: (خدا فرمائے گا کہ) آج وہ دن ہے کہ سچ بولنے والوں کو ان کی سچائی ہی فائدہ دے گی۔(سورۃ المائدہ ۱۱۹) اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے والوں کی مذمت کرتے

ہوئے ارشاد فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو راہ نہیں دکھاتے جو اسراف کرنے والے ہیں اور جھوٹے ہیں۔(سورۃ المؤمن ۲۸)

چونکہ جھوٹ کے نتائج سخت مہلک اور خطرناک ہیں اور جھوٹ بولنے والے کے ساتھ ساتھ دوسرے بھی اس کے شر سے محفوظ نہیں رہتے۔اسی لئے آپ ﷺ نے جھوٹ بولنے والوں کے لئے سخت وعیدیں بیان فرمائیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: سچائی کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، اور آدمی یکساں طور پر سچ کہتا ہے اور سچائی کی کوشش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کی نظر میں اس کا نام سچوں میں لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچے رہو اس لئے کہ جھوٹ گناہ اور فجور ہے اور فجور دوزخ کی راہ بتاتا ہے، اور آدمی مسلسل جھوٹ بولتا ہے اور اسی کی جستجو میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک اس کا شمار جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔(بخاری و مسلم) سچ بولنے کی کیسی عظیم اہمیت ہے کہ انسان اپنی سچائی کے ذریعہ جنت میں داخل ہوسکتا ہے، جو ہر انسان کی پہلی اور آخری خواہش ہے، جبکہ جھوٹ بولنے کی وجہ سے انسان کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں جلنا ہوگا، اگر موت سے قبل حقیقی توبہ نہیں کی۔ظاہر ہے کہ ہر انسان چاہتا ہے کہ وہ دوزخ سے بچ جائے۔نبی اکرم ﷺ نے جنت کے حصول اور جہنم سے نجات کے لئے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے دیگر احکام کو بجالاکر سچ بولنے کو اپنے اوپر لازم کرلیں۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: فروخت کرنے والے اور خریدار کو اختیار ہے جب تک وہ مجلس سے جدا نہ ہوں۔اگر دونوں نے

حقیقت کو نہ چھپایا اور سچ بولا تو ان کی خرید وفروخت میں برکت ڈال دی جائے گی اور اگر حقیقت کو چھپایا اور جھوٹ بولا تو بیع کی برکت ختم کردی جائے گی۔ (بخاری ومسلم) اِن دنوں ہم نے تجارت کو خالص دنیاداری کا کام سمجھ لیا ہے، اس لئے ہمارا یہ ذہن بن گیا ہے کہ جھوٹ اور دھوکہ دھڑی کے بغیر اب تجارت کامیاب نہیں ہوسکتی۔ حالانکہ اگر تجارت اللہ کے خوف کے ساتھ کی جائے اور کسی کو دھوکہ دینے کی غرض سے نہیں بلکہ سچائی اور امانت داری کو اپنا معمول بنا کر کی جائے اور ناجائز کاموں سے پرہیز کیا جائے تو یہی تجارت عبادت بنے گی اور حلال تجارت کے ذریعہ حاصل شدہ رقم کو اپنے اور گھر والوں کے اوپر خرچ کرنے پر اجر عظیم ملے گا اور اس کی وجہ سے ہمیں آخرت میں کامیابی حاصل ہوگی ان شاء اللہ، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو تاجر سچا اور امانت دار ہو وہ قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ یہ حدیث مختلف کتب حدیث میں موجود ہے، اس کی سند پر بعض علماء نے کلام کیا ہے، لیکن یہ حدیث اچھے معنی اور مفہوم اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ لہٰذا ہمیں کاروبار میں بھی کبھی جھوٹ نہیں بولنا چاہئے۔

آخری حدیث میں بیان کیا گیا کہ خرید وفروخت کرنے والوں کو مجلس سے جدا ہونے سے قبل اپنے فیصلہ سے رجوع کرنے یعنی خرید وفروخت کو منسوخ کرنے کا حق رہتا ہے۔ لیکن مجلس سے جدا ہونے کے بعد خرید وفروخت مکمل ہوجاتی ہے، اب بیچنے والے کو یہ اختیار نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں اس چیز کو نہیں بیچنا چاہتا یا خریدار کہے کہ میں اس چیز کو خریدنا نہیں چاہتا۔ ہاں دونوں اپنی رضامندی سے اس ڈیل کو ختم کرسکتے ہیں۔ اگر بیچنے والا چیز کے قابل ذکر عیوب کو چھپا کر کوئی چیز فروخت کرے یا خریدنے والا دھوکہ دینے کا ارادہ رکھتا ہو تو خرید وفروخت میں کیسے

برکت ہوسکتی ہے؟ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم خرید وفروخت میں بھی جھوٹ کا سہارا نہ لیں بلکہ ہمیشہ سچ ہی بولیں۔ ہمارے اسلاف نے ہمیشہ سچ بول کر تجارت کی، اس لئے ہر میدان میں کامیاب ہوئے۔ شہر مکہ مکرمہ کی مشہور تاجرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب سے افضل بشر حضور اکرم ﷺ کی تجارت میں دیانت داری کو دیکھ کر ہی تو نکاح کا پیغام بھیجا تھا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے حضور اکرم ﷺ کی یہ باتیں یاد ہیں: جو بات شک میں مبتلا کرے اس کو چھوڑ دو اور اس کو اختیار کر جو شک میں نہ ڈالے۔ سچائی اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے۔ (ترمذی) یعنی جس کے حلال ہونے میں شک ہو اس کو چھوڑ دو اور اس کو اختیار کرو جس میں کوئی شک وشبہ نہ ہو۔ اور ہمیں جھوٹ کا سہارا نہیں لینا چاہئے، صرف اور صرف سچ ہی بولنا چاہئے۔ ایک جھوٹ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے متعدد جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، لہٰذا ہم صرف سچ بات ہی کہیں۔

سچ بولنے کا بہترین بدلہ:

سچ بولنے پر بہترین بدلہ ملنے کے متعدد واقعات کتابوں میں موجود ہیں۔ قرآن وحدیث میں مذکور ایک واقعہ پیش ہے۔ ۹ ہجری میں واقع ہونے والے غزوۂ تبوک میں آپ ﷺ کے ساتھ شامل نہ ہونے والے تین حضرات حضرت کعب بن مالک، حضرت مرارہ بن ربیع اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم، جب آپ نے ان سے غیر حاضری کے متعلق سوال فرمایا تو انہوں نے جھوٹ سے گریز کرتے ہوئے تمام صورت حال سچ سچ عرض کر دی، اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ عنایت فرمائی کہ ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور آپ ﷺ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو اس عظیم نعمت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا: تمہیں اس دن کی خوشخبری جو کہ تمہاری والدہ کے

جنم دینے کے دن سے لے کر آج تک کے تمام دنوں سے تمہارے لئے بہترین ہے۔ لیکن جن لوگوں نے آپ ﷺ کے سامنے جھوٹ بولا، اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق سورۃ التوبہ میں آیات (۹۴۔۹۶) نازل فرمائیں جو کہ پانچ دنیوی واخروی سزاؤں سے متعلق ہیں:

۱) ان کے ساتھ قطع تعلق کا حکم: (فاعرضوا عنهم) ان سے اعراض کرو۔

۲) ان پر ناپاک ہونے کا حکم: (انهم رجسٌ) بلاشبہ وہ ناپاک ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: یعنی ان کے باطن اور اعتقادات خبیث ہیں۔

۳) ان کا ٹھکانا جہنم ہونا: (وماواهم جهنم) ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ علامہ قرطبیؒ اس کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں: یعنی ان کی منزل اور جگہ (جہنم ہے)۔

۴) اللہ تعالیٰ کا اُن سے راضی نہ ہونا: (فان ترضوا عنهم فان الله لا يرضى عن القوم الفاسقين) سو اگر تم ان سے راضی بھی ہوگئے تو یقیناً اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتے۔

۵) ان کو فاسق قرار دینا: علماء فرماتے ہیں کہ ضمیر کے بجائے فاسقین کا لفظ استعمال کیا گیا تاکہ ان کے بارے میں یہ نشاندہی کی جاسکے کہ وہ اطاعت (اِلٰہیہ) سے نکل چکے ہیں اور یہی بات ان پر نازل ہونے والے عذابوں کا سبب بنی۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے سچ بولنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی نوازشات کا تقابل جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی ناراضگی سے کرتے ہوئے بیان فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ کی توفیق سے مشرف با اسلام ہونے کے بعد میری نظر میں آپ ﷺ کے روبرو اس سچ بولنے سے بڑھ کر مجھ پر کوئی احسان نہیں ہوا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا اور ایسے ہلاک نہیں ہوا جیسا کہ جھوٹ بولنے والے ہلاک ہوگئے تھے، بذریعہ وحی اس قدر شدید وعید فرمائی کہ اتنی

سخت کسی دوسرے کے لئے نہیں فرمائی گئی۔حافظ بن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس میں سچ کا فائدہ ہے اور جھوٹ کے انجام نحوست کی وضاحت ہے۔سچ بولنے پر تینوں حضرات کو اللہ کی جانب سے توبہ کی توفیق ملی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کامیاب ہوئے۔جبکہ دیگر منافقین نے جھوٹ کا سہارا لیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وحی کے ذریعہ اُن کے جھوٹے ہونے کے متعلق اطلاع فرمادی تھی،اس لئے ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے، اگر ہم نے کبھی جھوٹ بولا ہے تو اللہ تعالیٰ سے پہلی فرصت میں معافی مانگیں کیونکہ کبیرہ گناہ ہونے کی وجہ سے اس کے لئے مستقل توبہ ضروری ہے۔بعض مواقع پر جھوٹ بولنے کی اجازت دی گئی ہے مثلاً میاں بیوی میں شدید اختلاف ہوگیا ہے،اور جھوٹ بولنے کی وجہ سے صلح ہوسکتی ہے تو بدرجہ مجبوری اس کی اجازت ہے،لیکن جھوٹ بولنے کی عادت بنانا یا کسی شخص کو دھوکہ دینے کے لئے جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ ہے اور اس کے معاشرہ میں بڑے نقصانات ہیں۔اے اللہ ہمیں سچ بولنے کی توفیق عطا فرما اور اس کے ثمرات سے مالا مال فرما، جھوٹ اور اس کے زہریلے اثرات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہمیں محفوظ فرما، آمین،ثم آمین۔

اطاعت میں میانہ روی

اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے: اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے اور تمہارے لیے مشکل پیدا نہیں کرنا چاہتا۔ (سورۃ البقرہ ۱۸۵) سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ اس آیت کا سیاق وسباق کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ روزہ کی فرضیت نازل فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ جو شخص بھی ماہ رمضان پائے تو وہ اس میں ضرور روزے رکھے۔ ہاں اگر کوئی شخص بیمار یا مسافر ہے تو اسے اجازت ہے کہ بیماری کے ایام یا سفر کے دوران روزے نہ رکھ کر بعد میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرے۔ بیماری یا سفر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت اور بعد میں اس کی قضا کرنے کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے اور تمہارے لیے مشکل نہیں پیدا کرنا چاہتا۔ اسی طرح وہ بوڑھا شخص جو روزہ رکھ ہی نہیں سکتا ہے اُس کو گزشتہ آیت (۱۸۴) میں اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کہ وہ روزہ نہ رکھے بلکہ ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

دین میں آسانی کا مطلب کیا ہے؟:

معلوم ہوا کہ آسانی کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ہم جو چاہیں کریں، کبھی نماز پڑھی اور کبھی نہیں، کبھی زکوٰۃ کی ادائیگی کی اور کبھی نہیں، بلکہ دین میں آسانی کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن وحدیث کا کوئی بھی حکم انسانی استطاعت کے باہر نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اللہ کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا۔ (سورۃ البقرۃ ۲۸۶) مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر روزانہ پانچ نمازوں کی ادائیگی فرض کی ہے، خواہ مرد ہو یا عورت، غریب ہو یا مالدار، صحت مند ہو یا بیمار، طاقت ور ہو یا کمزور، بوڑھا ہو یا نوجوان، مسافر ہو یا مقیم، بادشاہ ہو یا

غلام حتی کہ جہاد و قتال کے عین موقعہ پر میدان جنگ میں بھی یہ فرض معاف نہیں ہوتا ہے۔ ہاں یہ سہولت ہے کہ اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں کر سکتا ہے تو وہ بیٹھ کر پڑھے، اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا ہے تو لیٹ کر ادا کرے۔ اگر مریض قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے تو اس کو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنی چاہیے لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا ممکن نہیں ہے تو جس طرف ممکن ہو رخ کر کے نماز پڑھ لے۔ اسی طرح مرد کو چاہیے کہ وہ فرض نماز مسجد جا کر جماعت کے ساتھ ادا کرے لیکن عذر کی وجہ سے گھر پر بھی تنہا نماز پڑھ سکتا ہے۔ نماز کے لیے وضو ضروری ہے، لیکن اگر کوئی بیمار وضو نہیں کر سکتا ہے تو وہ تیمّم کر کے نماز پڑھے۔ وضو میں جو اعضاء دھوئے جاتے ہیں اگر اُس جگہ پر پٹی بندھی ہوئی ہے تو وضو کرنے کی صورت میں جس جگہ پر پٹی بندھی ہوئی ہے اُس جگہ پر گیلے ہاتھ سے مسح کر لے، باقی اعضاء کو دھولے۔ آسانی کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی نماز ہی نہ پڑھے۔

اسی طرح زکوٰۃ کے فرض ہونے پر زکوٰۃ کی ادائیگی تو کرنی ہے، لیکن اگر مال زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لیے ضروری نصاب تک نہیں پہنچا یا نصاب سے تو زیادہ ہے لیکن اُس پر ایک سال نہیں گزرا یا قرضہ موجود مال سے بھی زیادہ ہے تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ اسی طرح شریعت اسلامیہ میں آمدنی پر زکوٰۃ نہیں لگائی گئی یعنی انسان اپنے اور گھر والوں کی ضرورت، اسی طرح گھر کے ساز و سامان اور بچوں کی تعلیم پر جو رقم خرچ کرتا ہے اُس پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔ بلکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص اپنے گھر والوں پر خرچہ کرتا ہے تو وہ بھی صدقہ ہے یعنی اس پر بھی اجر ملے گا۔ (بخاری و مسلم)

امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر بالغ مرد وعورت کو ماہ رمضان کے روزہ رکھنا ضروری ہے، لیکن بیمار اور مسافر کے لیے اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھ کر بعد میں قضا کرے، اسی طرح انتہائی بوڑھے شخص کے لیے اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھ کر ہر روزہ کے بدلہ میں صدقۂ فطر کی مقدار صدقہ نکالے۔ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی طرح حج بھی اسلام کا ایک رکن ہے۔ تمام عمر میں ایک مرتبہ صرف اُسی شخص پر فرض ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اتنا مال دیا ہو کہ اپنے وطن سے مکہ مکرمہ تک آنے جانے پر قادر ہو اور اپنے اہل وعیال کے مصارف واپسی تک برداشت کر سکتا ہو۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ جو اس کے گھر تک پہونچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کے گھر کا حج کرے۔ (سورۃ آل عمران ۹۷)

دین کے بنیادی ارکان کو مثال دے کر سمجھایا گیا کہ دین اسلام میں آسانی کا مطلب اپنی خواہشات کی اتباع نہیں جیسا کہ لا مذہب لوگ سمجھتے ہیں بلکہ اللہ کے احکام کو نبی اکرم ﷺ کے طریقہ پر بجالانے کا نام ہی دین ہے خواہ اس کے لیے کچھ تکلیفیں برداشت کرنی پڑے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دوزخ خواہشات نفسانی سے ڈھک دی گئی ہے اور جنت مشکلات اور دشواریوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ (بخاری) انسان اگر اخروی زندگی میں کامیاب ہونا چاہتا ہے جو یقیناً ہر شخص کی خواہش ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی خواہشات پر عمل چھوڑ کر خالق کائنات کے احکام کے مطابق اور حضور اکرم ﷺ کے طریقہ کے مطابق زندگی گزارے یعنی اخروی کامیابی کے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے دین اسلام کو اختیار کرنا۔ دین اسلام پر عمل کرنا آسان ضرور ہے، یعنی انسان کو اس کی طاقت سے باہر کسی عمل کا مکلّف نہیں بنایا گیا ہے، لیکن یہ بات یقینی ہے کہ دین اسلام کے مطابق زندگی گزارنے میں دشواریاں

ضرور آتی ہیں، مثلاً فجر کی نماز کی ادائیگی کے لئے یقیناً صبح کو گہری نیند آنے کے باوجود اٹھنا پڑتا ہے، سردی کے باوجود وضو کرنا پڑتا ہے اور مسجد میں جا کر نماز ادا کرنی ہوتی ہے۔ مال کی محبت اور ضرورت کے باوجود زکوۃ کے فرض ہونے پر اس کی ادائیگی کرنی ہوتی ہے۔ روزہ رکھنے میں بھوک پیاس برداشت کرنی پڑتی ہے، غرضیکہ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے احکام الٰہی پر عمل کرنا ضروری ہے، خواہ اس کے لئے مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے۔

ہاں یہ بات مسلّم ہے کہ دین صرف عبادات کا نام نہیں۔ عبادات یعنی نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ کی ادائیگی دین اسلام کا ایک اہم حصہ ضرور ہیں، لیکن دین کے دیگر اجزاء مثلاً معاملات اور معاشرت میں بھی شریعت اسلامیہ کی تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ بعض حضرات عبادات میں تو فرائض، واجبات، سنن اور نوافل کا مکمل اہتمام کرتے ہیں، لیکن معاملات میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو بھول جاتے ہیں، چنانچہ نماز وروزہ کی پابندی کے باوجود کاروبار میں جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں یا رشوت لیتے ہیں۔ اسی طرح بعض حضرات دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں۔ دوسری طرف امت مسلمہ کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو دین کے تمام ہی شعبوں میں اسلامی تعلیمات سے دور رہنے کے باوجود دوسروں خاص کر نماز وروزہ کی پابندی کرنے والوں پر اعتراضات کرنے کو ہی اپنے لیے دین اسلام کی خدمت سمجھتا ہے۔

اللہ کی اطاعت میں ہمیں میانہ روی اختیار کرنی چاہئے یعنی حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ ہمیں حقوق العباد میں بھی کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ نماز وروزہ کی پابندی کے ساتھ بیوی،

بچوں، دیگر گھر والوں، پڑوسیوں، رشتہ داروں اور دوستوں وغیرہ سب کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ دین اسلام میں رہبانیت نہیں ہے یعنی یہ دین نہیں کہ ہم جس معاشرہ میں رہ رہے ہیں اُس کو چھوڑ کر صرف مسجد کے ایک کونہ میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کریں۔ یقیناً قرآن کریم کے اعلان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے اور ذکر نہ کرنے والوں کو نبی اکرم ﷺ نے مُردوں کے مانند قرار دیا ہے۔

میانہ روی کے متعلق فرمان رسول ﷺ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمی ازواج مطہرات کے گھر پر تشریف لائے اور اُن سے حضور اکرم ﷺ کی عبادت کے متعلق سوال کیا۔ جب اُن کو اطلاع دی گئی تو انہوں نے اُس کو بہت کم سمجھا اور کہنے لگے ہم کہاں اور اللہ کے رسول ﷺ کہاں۔ آپ ﷺ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ (اگر ہوتے بھی تو) معاف کردیے گئے ہیں۔ اُن میں سے ایک نے کہا: میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا۔ دوسرے شخص نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کروں گا اور کبھی صحبت نہ کروں گا۔ حضور اکرم ﷺ اُن کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: تم وہ لوگ ہو جنھوں نے اس اس طرح کہا؟ اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور تم میں سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے ہمبستری بھی کرتا ہوں۔ پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ اُن کے پاس تشریف لائے اور

اُن (حضرت عائشہؓ) کے پاس ایک عورت بیٹھی تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ میں نے جواب دیا یہ فلاں عورت ہیں جس کی نماز کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بس ٹھہرو! تم وہ چیز لازم پکڑو جس کی تمہیں طاقت ہو۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتے بلکہ تم اُکتا جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کو وہ اطاعت زیادہ محبوب ہے جس کو کرنے والا اس پر مداومت اختیار کرے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دین میں بے جا تشدد کرنے والے ہلاک ہوگئے۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ (مسلم) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دین آسان ہے اور جو کوئی بے جا تشدد دین میں اختیار کرتا ہے دین اس پر غالب آجاتا ہے۔ پس تم میانہ درست راستہ اختیار کرو اور خوش ہو جاؤ اور صبح وشام اور رات کو کچھ حصہ کی عبادت سے مدد حاصل کرو۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لاتے تو آپ ﷺ نے دوستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی پائی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ رسّی کیسی ہے؟ انہوں نے بتلایا یہ زینب کی رسّی ہے۔ جب تھک جاتی ہیں تو اس سے سہارا لیتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو کھول ڈالو، ہر کوئی طبیعت کے نشاط کی حالت میں نماز (تہجد) پڑھے، جب سستی پیدا ہو جائے تو سو جائے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اچانک آپ ﷺ کی نگاہ ایک کھڑے آدمی پر پڑی۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے

میں پوچھا۔ صحابۂ کرام نے بتایا کہ یہ ابو اسرائیل ہے جس نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا اور بیٹھے گا نہیں اور نہ سایہ لے گا اور نہ گفتگو کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو کہہ دو کہ وہ بات کرلے اور سایہ میں ہو جائے اور بیٹھ جائے اور روزہ کو مکمل کرے۔ (بخاری)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہمیں زندگی کے تمام شعبوں میں شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا ہونا ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ یقین جانو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (سورۃ البقرہ ۲۰۸) لہٰذا جہاں ہمیں مسجدوں کو آباد کرنا ہے وہیں بازاروں میں بھی اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا ہے اور اپنے اخلاق کو بہتر بنانا ہے۔ مدارس ومکاتب کی تعمیر کے ساتھ عصری درسگاہوں کے قیام کی بھی کوشش کرنی ہے۔ اپنے بچوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم کے ساتھ عصری علوم پڑھا کر معاشرہ کو تعلیم یافتہ بنانے کے لیے اپنی گرانقدر خدمات پیش کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرکے برے کاموں سے بچنا ہے تاکہ مرنے کے بعد والی زندگی میں ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی حاصل ہو۔ احکام الٰہی پر عمل کرنا اور برائیوں سے بچنا اللہ کے خوف کے ساتھ یقیناً آسان ہے۔

اسلامی تعلیمات پر عمل کرکے ہی زنا جیسے بڑے گناہ سے نجات ممکن

نکاح کے بغیر کسی مرد وعورت کا مباشرت (Intercourse) کرنا زنا کہلاتا ہے خواہ وہ طرفین کی اجازت سے ہی کیوں نہ ہو۔ اصل میں زنا نکاح کے بغیر مرد کی شرمگاہ کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونے کا نام ہے لیکن میاں بیوی کے علاوہ کسی بھی مرد وعورت کا ایک دوسرے کو شہوت کی نظر سے دیکھنا یا ایک دوسرے سے جنسی شہوت کی بات چیت کرنا یا ایک دوسرے کا تنہائی میں ملنا یا ایک دوسرے کو چھونا یا بوسہ لینا بھی حرام ہے۔ ان افعال کو بھی سارے نبیوں کے سردار حضور اکرم ﷺ نے زنا کی ایک قسم قرار دیا ہے، اگرچہ ان افعال کی وہ سخت سزا نہیں ہے جو اصل زنا کی ہے۔

قتل، ظلم، جھوٹ، دھوکہ دھڑی اور چوری کی طرح زنا بھی ایک ایسا جرم عظیم ہے کہ تمام مذہب میں نہ صرف سختی کے ساتھ اس بڑے گناہ سے منع کیا گیا ہے، بلکہ زنا کرنے والے مرد وعورت کے لیے سخت سے سخت سزا بھی متعین کی گئی ہے۔ نہ صرف اسلام بلکہ عیسائی اور یہودی مذہب میں بھی اس جرم عظیم کے مرتکبین کی سزا رجم (سنگ باری) ہے۔ یہ ایسا بڑا گناہ ہے کہ دنیا میں اس سے زیادہ بڑی سزا کسی دوسرے جرم کی متعین نہیں کی گئی کیونکہ دنیا کے وجود سے لے کر آج تک تمام انسانی معاشروں نے اس جرم عظیم پر نہ صرف لعنت بھیجی ہے بلکہ ایسے اعمال سے بچنے کی تعلیم بھی دی ہے جو زنا کی طرف لے جانے والے ہوں۔

انسانی فطرت بھی خود زنا کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے ورنہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے وہ جانوروں کی صف میں کھڑا ہو جائے گا۔ دنیا کی بقا بھی اسی میں ہے کہ زنا

کوحرام قرار دیا جائے اوراس کے مرتکبین کو عبرت ناک سزا دی جائے۔تمام چرند، پرند، درند اور اللہ کی دیگر مخلوقات پر حکومت کرنے والے انسان محض جنسی شہوت کو پورا کرنے کے لیے یہ دنیاوی زندگی گزارنے لگے کہ جب چاہا اور جس سے چاہا لطف اندوز ہوگیا تو انسانی تمدن ہی ختم ہو جائے گا کیونکہ مرد و عورت میں نکاح کے عمل کے بعد صحبت کے نتیجہ میں اللہ کے حکم سے اولاد پیدا ہوتی ہے، ماں باپ انہیں اپنی اولاد سمجھ کر ان کے لیے تمام دشواریوں اور پریشانیوں کو برداشت کرتے ہیں، ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرتے ہیں، نیز دوسروں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کس کا بچہ یا بچی ہے تو رشتہ داری بنتی ہے اور پڑوس بنتا ہے، جس سے ایک دوسرے کے حقوق معلوم ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے ایک معاشرہ بنتا ہے۔ اگر انسانوں کو بھی جانوروں کی طرح آزاد چھوڑ دیا جاتا تو انسانی تمدن کا خاتمہ ہو کر یہ دنیا بہت پہلے ہی ختم ہو چکی ہوتی۔

اسلام نے صرف زنا کو حرام نہیں قرار دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ زنا کے پاس بھی نہ بھٹکو۔ وہ یقینی طور پر بڑی بے حیائی اور بے راہ روی ہے۔ (سورۃ الاسراء ۳۲) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زنا کو فاحشہ قرار دیا ہے۔ سورۃ الانعام آیت ۱۵۱ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے حیائی (فواحش) کے کاموں کے پاس بھی نہ بھٹکو، چاہے وہ بے حیائی کھلی ہوئی ہو یا چھپی ہوئی۔ سورۃ الاعراف آیت ۳۳ میں اللہ تعالیٰ فواحش یعنی بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دے کر ارشاد فرماتا ہے: کہہ دو کہ میرے رب نے تو بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے، چاہے وہ بے حیائی کھلی ہوئی ہو یا چھپی ہوئی۔ سورۃ الفرقان ۶۷ میں ایمان والوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اور وہ نہ زنا کرتے ہیں۔ جو شخص بھی یہ کام کرے گا اُسے اپنے گناہ کے وبال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ قیامت کے دن اُس کا عذاب بڑھا کر دوگنا کر دیا جائے

گا۔اور وہ ذلیل ہوکر اُس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ فاحشہ کی جمع فواحش اور فاحشات آتی ہے۔

زنا بہت بڑا گناہ ہے:

حدیث کی سب سے معتمد کتاب (صحیح بخاری) میں وارد احادیث میں سے چند احادیث پیشِ خدمت ہیں تا کہ موجودہ زمانہ میں پھیلتے ہوئے اس گناہ سے خود کا بچنا اور دوسروں کو بچانا ممکن ہوسکے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھ جائے گا، جہالت پھیل جائے گی۔ شراب پی جانے لگے گی اور زنا پھیل جائے گا۔ (بخاری) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ جب زنا کرتا ہے تو مومن رہتے ہوئے وہ زنا نہیں کرتا۔ (بخاری) یعنی ایمان کی نعمت اُس وقت چھین لی جاتی ہے یا ایمان کا تقاضا ہے کہ کوئی بھی شخص زنا نہ کرے یا وہ شخص کامل مؤمن نہیں جو زنا کرے۔ ہاں قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ دنیا میں توبہ کرنے سے شرک بھی معاف ہوجاتا ہے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ اسلم کے ایک صاحب نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور زنا کا اعتراف کیا لیکن حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف سے چہرہ پھیرلیا، جب انہوں نے چار مرتبہ اپنے لیے گواہی دی تو حضور اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا۔ کیا تم پاگل ہوگئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم شادی شدہ ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے انہیں عیدگاہ میں رجم کیا گیا۔ جب ان پر پتھر پڑے تو وہ بھاگ پڑے لیکن انہیں پکڑلیا گیا اور رجم کیا گیا یہاں تک کہ وہ مرگئے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے بھلائی کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ (بخاری)

زنا اور فحاشی کے اسباب:

نامحرم کو بلاوجہ دیکھنا: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آنکھوں کی زنا بدنظری ہے، اور کانوں کا زنا غلط بات سننا ہے، اور زبان کا زنا غلط بات بولنا ہے، اور ہاتھ کا زنا غلط چیز کو پکڑنا ہے، اور پیر کا زنا برے ارادے سے چلنا ہے، اور دل خواہش اور تمنا کرتا ہے اور پھر شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ (بخاری)

غیر محرم کے ساتھ باتیں کرنا: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عورتوں کو حکم دیا کہ اگر انہیں کسی وقت غیر محرم مرد سے گفتگو کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اپنی آواز میں لچک اور نرمی پیدا نہ ہونے دیں، اور نہ ہی الفاظ کو بنا سنوار کر باتیں کریں۔ ارشاد باری ہے: اور نہ ہی چبا کر باتیں کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ تمنا کرنے لگے۔ اور تم معقول بات کرو۔ (سورۃ الاحزاب ۴) عورت کی آواز اگرچہ ستر نہیں ہے، یعنی ضرورت کے مطابق عورت غیر محرم سے بات کر سکتی ہے مگر اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر عورت کی آواز میں کشش رکھی ہے۔ اسی لیے عورت کو فقہاء نے اذان دینے سے منع کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا کہ مرد اپنی بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت کے سامنے نرمی سے بات چیت کرے جس سے عورت کو مرد میں دلچسپی پیدا ہو جائے۔ (النھایہ) اِن دنوں سوشل میڈیا کے زمانے میں غیر محرموں سے چیٹنگ کرنا، مختلف فوٹوز شیئر کرنا اور آن لائن بات چیت کرنا کافی عام ہو گیا ہے، لیکن یہ بہت خطرناک بیماری ہے، اس سے اپنے بچوں اور بچیوں کو حتی الامکان محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا ضروری ہے کیونکہ یہی وہ راستے ہیں جن کے ذریعہ ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں جن سے نہ صرف گھر اور خاندان کی بدنامی ہوتی ہے بلکہ آخرت میں بھی

دردناک عذاب ہوتا ہے۔

تاخیر سے شادی: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے نوجوانو! جو تم میں سے جسمانی اور مالی استطاعت رکھتا ہے وہ فوراً شادی کرلے کیونکہ شادی کرنے سے نگاہوں اور شرمگاہوں کی حفاظت ہوجاتی ہے۔ (بخاری) اِن دنوں کالج اور یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے شادی میں عموماً تاخیر ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی ہمیں حتی الامکان بچوں اور بچیوں کی شادی میں زیادہ تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔

اجنبی مرد وعورت کا اختلاط: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب عورت گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں رہتا ہے۔ (ترمذی) اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اجنبی مرد وعورت ایک جگہ تنہائی میں جمع ہوتے ہیں تو ان میں تیسرا شخص شیطان ہوتا ہے، جو اُن کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔ (مسند احمد) اِن دنوں اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مشترک تعلیم کی وجہ سے اجنبی مرد وعورت کا اختلاط بہت عام ہوگیا ہے۔ نیز خواتین کا ملازمت کرنے کا مزاج دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔ خواتین یقیناً شرعی پابندیوں کے ساتھ قرآن وحدیث کی تعلیم کے ساتھ دنیاوی علوم حاصل کرسکتی ہیں، اسی طرح ملازمت اور کاروبار بھی کرسکتی ہیں۔ لیکن تجربات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں رائج موجودہ تعلیمی نظام اور دفاتر میں کام کرنے والی بے شمار خواتین جنسی استحصال کی شکار ہوتی ہیں۔ میرے کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہم اپنی بچیوں کو اعلیٰ تعلیم نہ دلائیں یا خواتین کا ملازمت کرنا حرام ہے، لیکن زمینی حقائق کا ہم انکار نہیں کرسکتے۔ اس لیے بچوں اور بچیوں کی تعلیم کے لیے حتی الامکان محفوظ اداروں کو اختیار کریں کیونکہ بہر حال اس دنیا کو الوداع کہہ کر ایک دن اللہ کے سامنے کھڑے ہوکر دنیاوی

زندگی کا حساب دینا ہے۔

زنا کاری سے بچنے کی اہمیت:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (قیامت کے دن گرمی اپنے شباب پر ہوگی اور ہر آدمی کو بمشکل دو قدم رکھنے کے لیے جگہ ملے گی، مگر اس سخت پریشانی کے وقت بھی) سات قسم کے آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے (رحمت کے) سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا، اور اس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان ساتوں اشخاص میں سے ایک شخص وہ ہے جسے خوبصورت اور اچھے خاندان کی لڑکی بدکاری کی دعوت دے تو وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (بخاری)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھے اپنے دونوں ٹانگوں کے درمیان (شرمگاہ) کی اور اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان (زبان) کی ضمانت دی یعنی حفاظت کی تو میں اسے جنت کی ضمانت دوں گا۔ (بخاری) رشتہ سے قبل لڑکا اور لڑکی کا ایک دوسرے کو دیگر حضرات کی موجودگی میں دیکھنے اور حسب ضرورت بات کرنے کی شرعاً اجازت ہے، لیکن رشتہ کے بعد نکاح کے بغیر لڑکے اور لڑکی کا ساتھ سفر کرنا یا خلوت میں ملنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر نکاح ہو چکا ہے لیکن رخصتی نہیں ہوئی ہے تو شرعاً دونوں کو ملنا اور بات چیت کرنا سب جائز ہے۔

زانی کی سزا: سورۃ النور (آیت ۱ سے ۹ تک) میں زنا کرنے والوں کی سزا اور اس کے متعلق بعض احکام بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل کی ہے۔ اور جس کے احکام کو ہم نے فرض کیا ہے۔ اور اس میں کھلی کھلی آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگاؤ۔ آگے آنے والی آیات کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص بدکاری کا عادی ہو اور توبہ نہ کرتا ہو مگر کسی وجہ سے اُس پر حد جاری نہیں ہو رہی ہے تو اس کا نکاح پاکدامن عورت کے ساتھ نہ کیا جائے۔ زنا کی حد جاری کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس جرم عظیم کا خود اعتراف کرے یا پھر چار گواہ اس بات کی گواہی دیں کہ انہوں نے دونوں کو اس حالت میں پایا کہ ایک کی شرمگاہ دوسرے کی شرمگاہ میں موجود تھی۔ چونکہ کسی مرد یا عورت کو زنا جیسے بڑے گناہ کا مرتکب قرار دینے پر سخت سزا دی جاتی ہے۔ اس لیے صرف دو گواہ کافی نہیں ہیں بلکہ چار گواہوں کی گواہی کو لازم قرار دیا گیا، اور ان گواہوں کو بھی یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر چار گواہوں کی گواہی ثابت نہیں ہو سکی تو تہمت لگانے والوں پر ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے۔ قرآن کریم حضور اکرم ﷺ پر نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ ذمہ داری عطا کی کہ وہ قرآن کریم کے مسائل واحکام کو کھول کھول کر بیان فرمائیں۔ آپ ﷺ نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ بیان فرمایا کہ سورۃ النور میں وارد حدِّ زنا اُس مرد وعورت کے لیے ہے جس نے ابھی شادی نہیں کی ہے اور زنا کا خود اعتراف کیا ہے یا چار گواہوں کی چند شرائط کے ساتھ گواہی سے یہ بات ثابت ہوئی ہے۔ یعنی اُس کو سو کوڑے ماریں جائیں۔ "فاجلدوا" لفظ جَلْد کوڑا مارنے کے معنی میں ہے، وہ جِلد سے مشتق ہے، کیونکہ کوڑا عموماً چمڑے سے بنایا جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ لفظ جَلْد

سے تعبیر کرنے میں اس طرح اشارہ ہے کہ یہ کوڑوں کی سزا اس حد تک رہنی چاہئے کہ اس کا اثر انسان کی کھال تک رہے، گوشت تک نہ پہونچے۔ نبی اکرم ﷺ نے خود کوڑے کے متعلق عملاً یہ تلقین فرمائی کہ کوڑا نہ بہت سخت ہو جس سے گوشت تک ادھڑ جائے اور نہ بہت نرم ہو کہ اس سے کوئی تکلیف بھی نہ پہنچے۔ لیکن اگر زنا کرنے والا شادی شدہ ہے تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے قول وعمل سے بتایا کہ اُس کی سزا رجم (سنگساری) ہے۔ یعنی شرعی ثبوت کے بعد شادی شدہ زانی کو زندہ زمین میں اس طرح گاڑا جائے کہ اس کا آدھا نچلا حصہ زمین میں ہو اور جسم کا اوپر والا آدھا حصہ باہر ہو۔ پھر چاروں طرف سے اُس پر پتھر برسائے جائیں یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ صحابۂ کرام نے بھی شادی شدہ شخص کے زنا کرنے پر رجم ہی کیا۔ حضور اکرم ﷺ کے قول وعمل اور صحابۂ کرام کے عمل پر پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ چار گواہوں کی شہادت کے ثبوت کے بعد شادی شدہ زانی کو رجم ہی کیا جائے گا۔ اگر زنا ہو جائے تو ظاہر ہے کہ عمومی طور پر دنیا میں اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے حد جاری نہیں کی جاسکتی لیکن پہلی فرصت میں توبہ کرنی چاہئے اور پوری زندگی اس جرم عظیم پر اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا اور گڑگڑانا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے اور آئندہ زنا کے قریب بھی نہ جانا چاہئے کیونکہ زنا کرنے والے شخص سے اللہ تعالیٰ بات بھی نہیں فرمائیں گے اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اگر زنا سے سچی توبہ نہ کی گئی۔

ظلم سے باز آجا، ورنہ اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے

ظلم کیا ہے؟: کسی چیز کو اس کی جگہ سے ہٹا کر رکھنے اور حد سے تجاوز کرنے کو ظلم کہتے ہیں، یعنی اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے مال یا زمین پر ناجائز قبضہ کرلے تو وہ ظلم ہے کیونکہ اس میں مال یا زمین پر اصل مالک کا حق چھین لیا جاتا ہے۔اسی طرح شرک کرنا بھی ظلم ہے کیونکہ اس میں اللہ کا حق مارا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔کسی کو ناحق قتل کرنا، کسی کو گالی دینا یا برا بھلا کہنا یا کسی کو تکلیف دینا یا کسی کا حق ادا نہ کرنا یا قدرت کے باوجود قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا بھی ظلم ہے۔

ظلم حرام ہے: قرآن وحدیث کی واضح تعلیمات کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ظلم حرام ہے، اور سات بڑے ہلاک کرنے والے گناہوں میں سے اکثر کا تعلق ظلم ہی سے ہے۔ظالم قیامت کے دن ذلت آمیز اندھیروں میں ہوگا اور ظالموں کو جہنم کی دہکتی آگ میں ڈالا جائے گا۔چنانچہ قیامت کے دن ظالموں سے مظلوموں کے حقوق ادا کروائے جائیں گے یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کو بدلہ دلوایا جائے گا اگر اُس نے بغیر سینگ والی بکری کو دنیا میں مارا ہوگا۔غرضیکہ شریعت اسلامیہ نے نہ صرف ظلم کی حرمت ونحوست کو بار بار ذکر کیا ہے اور اس کے برے انجام سے متنبہ کیا ہے، بلکہ مظلوم کی مدد کرنے کی تعلیم وترغیب بھی دی ہے، اور مظلوم کی بددعا سے بھی سختی کے ساتھ بچنے کو کہا گیا ہے کیونکہ مظلوم کی بددعا اللہ کے دربار میں رد نہیں کی جاتی۔

عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ظلم کو حرام قرار دے کر سب کے ساتھ عدل وانصاف کیا جائے اور ظالموں کو سخت سے سخت سزا دی جائے ورنہ غریبوں کو دو وقت کا کھانا ملنا بھی دشوار ہوجائے گا۔

اسی وجہ سے تمام مذاہب میں ظلم کرنے سے روکا گیا ہے۔ دنیاوی قوانین بھی اس طرح بنائے گئے ہیں کہ ظلم پر روک لگائی جاسکے، لیکن ہر دور میں کچھ لوگ اپنے مذہب کی تعلیمات اور عالمی وملکی قوانین کی دھجیاں اڑا کر کمزوروں اور غریبوں پر ظلم کر کے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ جس کی تازہ مثال برما کے بدھ مذہب کو ماننے والے وہ دہشت گرد ہیں جو آنگ سان سوچی کی موجودہ حکومت کی تائید سے غریب، کمزور اور مظلوم روہنگیا مسلمانوں کی نسل کشی پر آمادہ ہیں۔ انسانی حقوق کی علمبردار عالمی تنظیمیں اور دنیا میں امن کے ٹھیکیدار صرف تماشائی بنے ہوئے ہیں، اور برما کی حکومت اور بدھوں کے خلاف کوئی قابل ذکر کاروائی نہیں کی جارہی ہے۔

برما کے مظلوموں کی مدد کرنا تو درکنار ہندوستانی حکومت ایک ارب اور چونتیس کروڑ آبادی والے ملک میں صرف چالیس ہزار اُن برما کے باشندوں کو بھی ہندوستان سے نکالنے پر مصر ہے جو سڑکوں پر کوڑا کرکٹ اٹھا کر زندہ رہنے کے لیے دو وقت کا کھانا بمشکل کھالیتے ہیں، حالانکہ ہندو مذہب کے ماننے والے دعویٰ کرتے ہیں کہ اُن کی مذہبی کتابوں میں بھی مظلوموں کی مدد کرنے کی تعلیمات موجود ہیں۔ پوری دنیا کی عوام برما کے غریب لوگوں پر ہورہے مظالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔ لاکھوں لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر در بدر مارے پھر رہے ہیں۔ دنیا میں امن پسند لوگوں کی جانب سے اِن مظلوموں کی مدد کے لیے آوازیں بلند کی جارہی ہیں۔ لیکن کوئی ان کا پرسانِ حال نہیں ہے۔ مسلمانوں کو دہشت گرد سمجھنے والے دیکھیں کہ دنیا کے مختلف حصوں میں برما کے مظلوم مسلمانوں کے حق میں مظاہرہ کیے گئے لیکن ایک شخص کو بھی ایذا نہیں پہنچائی گئی کیونکہ اسلام تو آیا ہی ہے دنیا میں امن وسلامتی اور چین وسکون

پھیلانے کے لیے۔ ہندوستانی حکومت سے برما کے مظلوموں کی مدد نہ کرنے کا شکوہ ہم کیسے کریں، جب کہ پچاس مسلم ممالک کے قائدین برما کے مظلوموں کی مدد کے لیے وہ توجہ نہیں دے رہے ہیں جو اُن سے انسانی اور شرعی اعتبار سے مطلوب ہے۔ اسپین کی مناریں اذان کی آواز سنانے کے لیے ترس رہی ہیں جہاں سات سو سال مسلمانوں نے حکومت کی تھی۔ برما میں بدھوں کے روہنگیا مسلمانوں پر مظالم کو دیکھ کر تاریخ رقم ہونے کا خدشہ ہے کہ برما کے راکھائن ریاست میں قتل عام کر کے روہنگیا مظلوم وغریب مسلمانوں کی نسل کو ختم کردیا گیا، جہاں مسلمانوں نے تین سو چوّن سال حکومت کی تھی۔

مال ومنصب کے ملنے پر انسان کمزوروں پر ظلم کرنے لگتا ہے، حالانکہ اسے سوچنا چاہئے کہ ساری کائنات کو پیدا کر کے پوری دنیا کے نظام کو تن تنہا چلانے والے نے خود اپنی ذات سے ظلم کرنے کی نفی کی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اللہ ذرّہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ (سورۃ النساء ۴۰) نیز نبی اکرم ﷺ حدیث قدسی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر بھی حرام کیا ہے اور تم پر بھی حرام کیا ہے۔ لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ (صحیح مسلم۔ باب تحریم الظلم)

ظلم کے اقسام:

علماء کرام نے ظلم کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ ۱) شرک کرنا یعنی عبادت میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ ۲) گناہ کا ارتکاب کر کے خود اپنے اوپر ظلم کرنا۔ ۳) دوسرے انسان پر ظلم کرنا۔

شرک کرنا: ہمیں ایسی تمام شکلوں سے بچنا چاہئے جن میں شرک کا ادنیٰ سا بھی شبہ ہو، کیونکہ شرک کو اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑا گناہ اور ظلم قرار دیا ہے۔ حضرت لقمان حکیمؒ کی اپنے بیٹے

کے لیے نصیحت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے۔ وہ وقت یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: ''اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ یقین جانو شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔'' (سورۃ لقمان ۱۳) اگر انسان شرک سے توبہ کے بغیر مر جائے تو قیامت کے دن اس جرم عظیم کے لیے معافی نہیں ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: بیشک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس سے کمتر ہر بات کو جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وہ ایسا بہتان باندھتا ہے جو بڑا زبردست گناہ ہے۔ (سورۃ النساء ۴۸)

گناہوں کے ارتکاب سے اپنے نفس پر ظلم کرنا: جس طرح اللہ کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ بندوں سے راضی ہوتا ہے اسی طرح اللہ کی نافرمانی سے اللہ تعالیٰ بندوں سے ناراض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے فرمایا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو، اور اس میں سے جہاں سے چاہو جی بھر کے کھاؤ، مگر اس درخت کے پاس بھی نہ جانا، ورنہ تم ظالموں میں شمار ہو گے۔ (سورۃ البقرۃ ۳۵) اسی طرح اللہ تعالیٰ طلاق کے مسئلہ کو ذکر کر کے ارشاد فرماتا ہے: جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہ بڑے ظالم لوگ ہیں۔ (سورۃ البقرۃ ۲۲۹) جو کوئی اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود سے آگے نکلے گا، اُس نے خود اپنی جان پر ظلم کیا۔ (سورۃ الطلاق ۱)

کسی انسان کا دوسرے انسان پر ظلم کرنا: ظلم کی پہلی دو قسموں کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، جبکہ تیسری قسم کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ ظلم کی اِس قسم پر خصوصی توجہ درکار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حقوق العباد کے متعلق اپنا اصول وضابطہ بیان کر دیا ہے کہ جب تک بندہ سے معاملہ صاف

نہیں کیا جائے گا وہ معاف نہیں کرے گا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ کسی بھی انسان پر کسی بھی حال میں ظلم نہ کرے، بلکہ اپنی حیثیت کے مطابق دوسروں کی مدد کرے، ظالم کو ظلم کرنے سے حکمت کے ساتھ روکے اور مظلوم کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا ہو۔ جیسا کہ حضور کرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں، لیکن ظالم ہونے کی صورت میں اس کی مدد کس طرح ہوگی؟ حضور کرم ﷺ نے فرمایا: (ظالم کی مدد کی صورت یہ ہے کہ) اس کا ہاتھ پکڑ لو۔ یعنی اسے ظلم کرنے سے روک دو۔ (بخاری۔ باب انصر اخاک ظالماً او مظلوماً)

کسی انسان کے دوسرے شخص پر ظلم کرنے کی مختلف شکلیں ہوسکتی ہیں۔ چند حسب ذیل ہیں:

یتیم کے مال کو ہڑپنا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یقین رکھو کہ جو لوگ یتیموں کا مال اُن پر ظلم کرکے کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، اور انہیں جلدی ہی ایک دہکتی آگ میں داخل ہونا ہوگا۔ (سورۃ النساء ۱۰) اسی طرح کسی بھی انسان کے مال کو ناجائز طریقہ سے حاصل کرنے کے متعلق قرآن وحدیث میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنا: کسی کمزور یا غریب کو دبا کر اس کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنا بھی ظلم اور بہت بڑا گناہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی شخص نے ایک بالشت زمین بھی کسی دوسرے کی ظلماً لے لی تو سات زمین کا طوق اس کی گردن میں پہنایا جائے گا۔ (بخاری۔ باب اثم من ظلم شیئاً من الارض) اسی طرح فرمان رسول ﷺ ہے: جس شخص نے ناحق کسی زمین کا تھوڑا سا حصہ بھی لیا تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔ (بخاری۔ باب اثم من ظلم شیئاً من الارض)

کسی غیر مسلم پر ظلم کرنا: مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں سے بھی انسانیت کی بنیاد پر ایک ہی جیسا برتاؤ کیا جائے گا۔ کسی غیر مسلم پر بھی ظلم کرنا حرام ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ذمی (یعنی وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کے ملک میں رہتا ہے) پر ظلم و زیادتی کرے گا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس سے کام لے گا یا اس کی کوئی چیز بغیر اس کی رضا مندی کے لے گا تو اُس ذمی کی جانب سے اُس شخص کے ساتھ خصومت کرنے والا میں (نبی اکرم ﷺ) خود ہوں گا۔ (ابوداود۔ باب فی تعشیر اہل الذمہ)

مزدور کی اجرت کی ادائیگی نہ کرنا یا اس میں کمی کرنا: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: تین طرح کے لوگ ایسے ہیں جن کا قیامت میں میں فریق بنوں گا، یعنی میں ان کے مخالف کھڑا ہوں گا۔ وہ شخص جس نے میرے نام پر وعدہ کیا اور پھر وعدہ خلافی کی۔ وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی ہو (اور اس طرح اس کی غلامی کا باعث بنا ہو)۔ اور وہ شخص جس نے کسی کو مزدوری پر لیا ہو، پھر کام تو اس سے پوری طرح لیا لیکن اس کی مزدوری نہ دی ہو۔ (بخاری۔ باب اثم من منع اجر الاجیر) اسی طرح فرمان رسول ﷺ ہے: مزدور کی مزدوری اس کے پسینہ سوکھنے سے قبل دی جائے۔ (ابن ماجہ۔ باب اجر الاجراء)

لوگوں کے حق کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرض کی ادائیگی پر قدرت کے باوجود وقت پر قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ (بخاری، مسلم) نیز رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ شہید کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے مگر کسی کا قرضہ معاف نہیں کرتا۔ (مسلم)

انسانوں پر ظلم کرنے کی متعدد شکلوں میں سے چند صورتیں ذکر کی گئیں ہیں، لیکن ہمیں تمام ہی

شکلوں سے بچنا چاہئے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن بہت سی نماز، روزہ، زکوٰۃ (اور دوسری مقبول عبادتیں) لے کر آئے گا مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا یا کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے ایک حق والے کو (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی، ایسے ہی دوسرے حق والے کو اس کی نیکیوں میں سے (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی۔ پھر اگر دوسروں کے حقوق چکائے جانے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو (ان حقوق کے بقدر) حقداروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے دنیا میں کئے ہوں گے) ان سے لے کر اس شخص پر ڈال دئے جائیں گے، اور پھر اس شخص کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم۔ باب تحریم الظلم)

مظلوم اور ہم کیا کریں؟: مظلوم صبر کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اپنی استطاعت کے مطابق ظالم کو ظلم سے روکے۔ اور دوسروں سے مدد حاصل کر کے اپنے ملک کے قانون کے تحت کاروائی کرے۔ ہمیں مظلوم کی حتی الامکان مدد کر کے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنی چاہئیں۔ اور اگر ہم ظالم کو ظلم کرنے سے روک سکتے ہیں تو ملکی قوانین کو سامنے رکھ کر ضرور یہ ذمہ داری انجام دینی چاہئے۔ یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھنی چاہئے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتے ہیں۔ پھر جب اچانک اس کو پکڑتے ہیں تو اس کو بالکل نہیں چھوڑتے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ترجمہ "اسی طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ شہروں کو پکڑتے ہیں جبکہ وہ ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یقیناً اس کی پکڑ بڑی دردناک ہے۔ (بخاری و مسلم)

حقوقِ انسان قرآن وحدیث کی روشنی میں

شریعت اسلامیہ نے ہر شخص کو مکلّف بنایا ہے کہ وہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق کی مکمل طور پر ادائیگی کرے۔ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے قرآن وحدیث میں بہت زیادہ اہمیت، تاکید اور خاص تعلیمات وارد ہوئی ہیں۔ نیز نبی اکرم ﷺ، صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین نے اپنے قول وعمل سے لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی جو بے شمار مثالیں پیش کی ہیں، وہ رہتی دنیا تک پوری انسانیت کے لیے مشعل راہ ہیں۔ مگر آج ہم دوسروں کے حقوق تو ادا نہیں کرتے البتہ اپنے حقوق کا جھنڈا اٹھائے رہتے ہیں۔ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی کوئی فکر نہیں کرتے، اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لئے مطالبات کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حقوق کے نام سے انجمنیں اور تنظیمیں بنائی جارہی ہیں، لیکن دنیا میں ایسی انجمنیں یا تحریکیں یا کوششیں موجود نہیں ہیں جن میں یہ تعلیم دی جائے کہ دوسروں کے حقوق جو ہمارے ذمہ ہیں وہ ہم کیسے ادا کریں؟ شریعت اسلامیہ کا اصل مطالبہ یہی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی ذمہ داریوں یعنی دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرے۔

عام لوگوں کے حقوق:

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے ہر شخص پر ضروری ہے کہ وہ تمام لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کرے۔ کسی کے مال یا جائداد پر ناجائز قبضہ نہ کرے۔ کسی کو دھوکہ نہ دے۔ کھانے کی اشیاء میں ملاوٹ نہ کرے۔ شریعت اسلامیہ میں کسی کو ناحق قتل کرنا تو درکنار کسی شخص کو مارنا یا گالی دینا یا برا بھلا کہنا بھی جائز نہیں ہے۔ راستہ کا حق ادا کیا جائے۔ غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور کمزوروں کا خیال رکھا جائے۔ عام لوگوں کے ساتھ ساتھ والدین، میاں بیوی، اولاد، رشتہ

داروں اور پڑوسیوں کے حقوق ادا کیے جائیں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے دوسروں کے حقوق میں کوتاہی کرنے پر آخرت میں سخت عذاب کی خبر اس طرح دی: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی پیسہ اور دنیا کا سامان نہ ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن بہت سی نماز، روزہ، زکوٰۃ (اور دوسری مقبول عبادتیں) لے کر آئے گا مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا یا کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے ایک حق والے کو (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی، ایسے ہی دوسرے حق والے کو اس کی نیکیوں میں سے (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی۔ پھر اگر دوسروں کے حقوق چکائے جانے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو (ان حقوق کے بقدر) حقداروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے دنیا میں کئے ہوں گے) ان سے لے کر اس شخص پر ڈال دئے جائیں گے، اور پھر اس شخص کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم۔ باب تحریم الظلم)

والدین کے حقوق:

قرآن وحدیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اپنی عبادت کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ والدین سے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے، جس سے والدین کی اطاعت، ان کی خدمت اور ان کے ادب واحترام کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ احادیث میں بھی والدین کی فرمانبرداری کی خاص اہمیت وتاکید اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ماں باپ کی نافرمانی تو کجا، ناراضگی وناپسندیدگی کے اظہار اور

جھڑکنے سے بھی روکا گیا ہے اور ادب کے ساتھ نرم گفتگو کا حکم دیا گیا ہے۔ پوری زندگی والدین کے لئے دعا کرنے کا حکم ان کی اہمیت کو دوبالا کرتا ہے۔قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء کرام نے والدین کے حقوق کچھ اس طرح تحریر فرمائے ہیں۔ دوران حیات حقوق: ان کا ادب واحترام کرنا۔ان سے محبت کرنا۔ان کی فرمانبرداری کرنا۔ان کی خدمت کرنا۔ان کو حتی الامکان آرام پہنچانا۔ان کی ضروریات پوری کرنا۔ وقتاً فوقتاً ان سے ملاقات کرنا۔ بعد از وفات حقوق: ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی اور رحمت کی دعائیں کرنا۔ان کی امانت وقرض ادا کرنا۔ان کی جائز وصیت پر عمل کرنا۔ان کی جانب سے ایسے اعمال کرنا جن کا ثواب ان تک پہنچے۔ان کے رشتے دار، دوست و متعلقین کی عزت کرنا۔کبھی کبھی ان کی قبر پر جانا۔

اولاد کے حقوق:

نیک اولاد والدین کے لیے عظیم نعمت ہے، اور اولاد نیک اس وقت ہوگی جب ان کی پرورش اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق کی جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ اپنی فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔ (بخاری ومسلم) اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بچہ کا ذہن ودماغ کورے کاغذ کی مانند ہوتا ہے، اس کے والدین بچپن میں اس کے ذہن ودماغ پر جونقش کردیتے ہیں اس کا اثر آخر عمر تک رہتا ہے۔والدین کی چند ذمہ داریاں یعنی اولاد کے حقوق حسب ذیل ہیں۔ بچہ کی ولادت کے وقت دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہنا۔تحنیک، یعنی کھجور کو اچھی طرح چبا کر بچہ کے منہ میں ڈالنا اور مسوڑھوں پر رگڑنا۔ ساتویں دن عقیقہ کرنا، لڑکے کی ختنہ کرانا، سر کے بال کاٹ کر بالوں کے وزن کے بقدر چاندی

یا اس کی قیمت صدقہ کرنا اور اچھا نام رکھنا۔ اگر کسی وجہ سے ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکے تو بعد میں بھی کیا جا سکتا ہے۔ اپنی حیثیت کے مطابق اولاد کے تمام ضروری اخراجات برداشت کرنا۔ بچوں کی بہتر تعلیم و تربیت کرنا۔ والدین کے ذمہ یہ ایک ایسا حق ہے جسے اگر والدین نے صحیح طریقہ سے ادا کیا تو اس کے ذریعہ ایک اچھی نسل کی بنیاد پڑے گی اور اگر اس حق میں ذرا بھی کوتاہی اور غفلت برتی گئی تو پھر نہ جانے اس کا خمیازہ آنے والی کتنی نسلوں کو بھگتنا پڑے گا۔ اولاد کی تعلیم و تربیت یقیناً ایک بڑا ہی اہم اور نازک مسئلہ ہے، جسے بڑی ہی دانشمندی اور ہوشیاری سے انجام دینا چاہیے۔ اولاد کی تعلیم و تربیت میں ابتدائی دنوں میں تو ماں کا کردار سب سے اہم ہوتا ہے، لیکن بچہ کی بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ وہ ذمہ داری باپ کی جانب منتقل ہوتی جاتی ہے۔ تعلیم و تربیت کے بعد والدین کے ذمہ اولاد کا آخری اور اہم حق ان کی شادی کا رہتا ہے۔ شادی کے تعلق سے نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں لڑکے اور لڑکی کے انتخاب میں دینداری اور شرافت کو ترجیح دینی چاہئے۔

میاں بیوی کے حقوق:

دو اجنبی مرد و عورت کے درمیان شوہر بیوی کا رشتہ اسی وقت قائم ہوسکتا ہے جب دونوں کے درمیان شرعی نکاح عمل میں آئے۔ نکاحِ شرعی کے بعد دو اجنبی مرد و عورت رفیق حیات بن جاتے ہیں، ایک دوسرے کے رنج و خوشی، تکلیف و راحت اور صحت و بیماری غرضیکہ زندگی کے ہر گوشہ میں شریک ہوجاتے ہیں۔ نکاح کی وجہ سے بے شمار حرام امور ایک دوسرے کے لئے حلال ہوجاتے ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک دوسرے کو لباس سے تعبیر کیا ہے یعنی شوہر اپنی بیوی کے لئے اور بیوی اپنے شوہر کے لئے لباس کے مانند ہے۔ شرعی احکام کی

پابندی کرتے ہوئے میاں بیوی کا جسمانی اور روحانی طور پر لطف اندوز ہونا نیز ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کرنا یہ سب شریعت اسلامیہ کا حصہ ہیں اور ان پر بھی اجر ملے گا، ان شاء اللہ۔ بیوی کے حقوق: مکمل مہر کی ادائیگی کرنا۔ بیوی کے تمام اخراجات برداشت کرنا۔ بیوی کے لئے رہائش کا انتظام کرنا۔ اور بیوی کے ساتھ حسن معاشرت کرنا۔ شوہر کے حقوق: شوہر کی اطاعت کرنا۔ شوہر کے مال وآبرو کی حفاظت کرنا۔ گھر کے اندرونی نظام کو چلانا اور بچوں کی تربیت کرنا۔

پڑوسیوں کے حقوق:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نیز رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دُور والے پڑوسی، ساتھ بیٹھے (یا ساتھ کھڑے ہوئے) شخص اور راہ گیر کے ساتھ اور اپنے غلام باندیوں (یعنی ماتحتوں) کے ساتھ بھی (اچھا برتاؤ کرو)۔ بیشک اللہ کسی اِترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔ (سورۃ النساء ۳۶) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تعلیم دی ہے خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں اور مسلمان ہوں یا نہ ہوں۔ غرضیکہ پڑوسی ہونے کی بنیاد پر ہر شخص کا خیال رکھنا ہماری دینی واخلاقی ذمہ داری ہے۔ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس کثرت سے پڑوسیوں کے بارے میں احکام لے کر آتے تھے کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ کہیں پڑوسی کو وراثت میں حصہ دار نہ بنادیا جائے۔ (ترمذی، البر والصلۃ) اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ (بخاری) نیز

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کا خیال رکھے۔ (مسلم۔ باب الحث علی اکرام الجار)

رشتہ داروں کے حقوق:

اسلام نے جہاں عام لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کی بار بار تاکید کی ہے، وہیں پڑوسیوں اور قریبی و دور کے رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی یہاں تک کہ میاں بیوی کو بھی ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں انفرادی زندگی کے ساتھ سماجی زندگی کے احکام بھی بیان کیے گئے ہیں تاکہ سب کی مشترکہ کوششوں سے ایک اچھا معاشرہ بنے۔ لوگ ایک دوسرے کا احترام کریں، ایک دوسرے کے خوشی وغم میں شریک ہوں اور جس کا جو حق ہے وہ ادا کیا جائے۔ والدین سے بھی کہا گیا کہ وہ اپنی اولاد کے حقوق ادا کریں۔ اسی طرح اولاد کو بھی تعلیم دی گئی کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کریں، میاں بیوی کے اوپر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ اپنی اپنی ذمہ داریاں بحسن خوبی انجام دیں تاکہ زندگی کا پہیّہ صحیح سمت میں چلے۔ پڑوسیوں کا بھی مکمل خیال رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے حتی کہ کہا گیا ہے کہ پڑوسیوں کو تکلیف پہنچانے والا شخص کامل مؤمن نہیں ہوسکتا ہے۔ اسی طرح ہر شخص کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنی استطاعت کے مطابق تمام رشتہ داروں کو ساتھ لے کر چلے۔ آج ہمارے معاشرہ میں یہ بیماری بہت عام ہوگئی ہے کہ معمولی معمولی بات پر رشتہ داروں سے قطع تعلق کرلیا جاتا ہے۔ حالانکہ ضرورت ہے کہ ہم رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کریں، ان کی خوشی وغمی میں شریک ہوں اور ان کے ساتھ احسان اور اچھا برتاؤ کریں۔ چنانچہ سورۃ النحل ۹۰ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: بیشک اللہ انصاف کا، احسان کا، اور رشتہ داروں کو (اُن کے حقوق) دینے کا

حکم دیتا ہے۔اور بے حیائی، بدی اور ظلم سے روکتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم نصیحت قبول کرو۔ نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قطع رحمی کرنے والا کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (بخاری ومسلم) دیگر احادیث کی روشنی میں علماء کرام نے فرمایا ہے کہ وہ اپنی سزا کاٹنے کے بعد ہی جنت میں داخل ہوسکتا ہے۔اسی طرح قرآن وحدیث میں رشتہ داروں کے معاشی حقوق پر بھی زور دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں، فرمادیں جس قدر بھی مال خرچ کرو (درست ہے) مگر اس کے حقدار تمہارے ماں باپ، قریبی رشتہ دار، یتیم محتاج اور مسافر ہیں، اور جو نیکی بھی تم کرتے ہو بیشک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔ (سورۃ البقرۃ ۲۱۵) نیز نبی اکرم ﷺ نے غریب رشتہ داروں کی معاشی بحالی پر زور دینے کے ساتھ ساتھ کمزور اقرباء کے حقوق کی ادائیگی کی بھی تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے عام افراد پر صدقہ کرنے کے بجائے رشتہ داروں پر خرچ کو بھی ثواب کا ذریعہ ووسیلہ قرار دیا ہے۔اس سے آگے بڑھ کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عام مسکین پر صدقہ سے تو ایک گنا ہی ثواب پائے گا لیکن اگر کوئی شخص غریب رشتہ دار کو صدقہ دیتا ہے تو اس کو دوگنا ثواب واجر ملے گا، ایک اجر تو صدقے کا، دوسرا صلہ رحمی کا۔ (نسائی)

کھانے، پینے، سونے اور لباس کے احکام ومسائل

خالق کائنات نے دنیا کے نظام کو اس طرح بنایا ہے کہ چھوٹی بڑی کروڑوں مخلوقات انس وجن کے تابع کردی گئی ہیں۔ انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اللہ تعالیٰ نے انس وجن کی تخلیق کا مقصد قرآن کریم میں واضح طور پر بیان فرمادیا: ”میں نے جنات اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے“۔ (سورۃ الذاریات ۵۶) عبادت زندگی کے لیل ونہار کو اللہ کے حکم اور نبی کے طریقہ پر بجالانے کا نام ہے۔ یعنی اللہ کے اوامر پر عمل کر کے اور منہیات سے بچ کر انسان اپنی تمام ضرورتوں (کھانا، پینا، سونا، پہننا، تعلیم وتعلم، شادی، ملازمت، کاروبار اور کھیتی وغیرہ) کو پیغمبر کے قول وعمل کی روشنی میں انجام دے۔ یہ ضرورتیں انسان کی بنائی ہوئی نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اس طرح کی ہے کہ وہ اِن کاموں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور ان کاموں کو صحیح یا غلط طریقہ سے انجام دینے کے باوجود اس کو ایک دن موت کا مزہ چکھنا ہے۔ لہٰذا ہمیں صبح اٹھنے سے لے کر رات کو سونے تک یہ فکر کرنی چاہئے کہ ہم اپنے مقصد اصلی سے نہ ہٹ جائیں۔

سونے کے آداب: انسان عمومی طور پر روزانہ چھ سے آٹھ گھنٹے تک سوتا ہے، جو اُس کی ضرورت ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: تمہاری نیند کو تھکن دور کرنے کا ذریعہ ہم نے بنایا ہے۔ (سورۃ النبا) اگر سونے میں پیغمبر اسلام ﷺ کے طریقہ کو اختیار کرلیا جائے تو انسان کی ایک تہائی یا ایک چوتھائی زندگی عبادت بن جائے گی۔ نبی اکرم ﷺ مختلف اذکار پڑھ کر سویا کرتے تھے، لیکن آپ ﷺ کی تعلیمات میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ عشا اور فجر کی نماز کی وقت پر ادائیگی ہونی چاہئے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: جو شخص عشا کی نماز جماعت کے ساتھ

پڑھے گویا اس نے آدھی رات عبادت کی اور جو فجر کی نماز بھی جماعت کے ساتھ پڑھ لے گویا اس نے پوری رات عبادت کی۔ (مسلم) دیگر احادیث میں نبی اکرم ﷺ کی واضح تعلیمات مذکور ہیں کہ خواتین اپنے گھروں میں ہی نماز کا اہتمام کریں۔ نیز احادیث میں وارد ہے کہ خاتم الانبیاء وسید الرسل ﷺ نماز کے وضو کی طرح وضو فرماتے اور اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھ کر دائیں کروٹ پر لیٹا کرتے تھے۔ آپ سونے سے قبل مختلف اذکار کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھا کرتے تھے: (اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا) اے اللہ آپ کے نام کے ساتھ مرتا اور جیتا ہوں۔ جب آپ ﷺ بیدار ہوتے تو یہ فرماتے: (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ) تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔ احادیث مبارکہ میں عشا کے بعد جلدی سونے کی ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام عشا کے بعد جلدی سو کر رات کے بڑے حصہ میں نماز تہجد پڑھا کرتے تھے۔ آج دیر رات تک جاگنے کی وجہ سے ہمارے لیے نماز فجر پڑھنا بھی دشوار ہوتا ہے۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایسے شخص کا تذکرہ کیا گیا جو صبح ہونے تک سوتا رہتا ہے (یعنی فجر کی نماز ادا نہیں کرتا ہے) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسے شخص کے کانوں میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔ (بخاری ومسلم) نبی اکرم ﷺ نے پیٹ کے بل لیٹنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداود)، اگرچہ چت لیٹ کر سویا جاسکتا ہے۔ (بخاری) نبی اکرم ﷺ نے سونے سے قبل چراغ (یعنی لائٹ)، آگ (یعنی چولہا) اور بسم اللہ پڑھ کر دروازے بند کرنے اور برتنوں کو ڈھکنے کا حکم دیا ہے۔ (بخاری) سونے سے قبل چاروں قل، آیۃ الکرسی اور سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھنے کی

بھی آپ ﷺ نے تعلیمات دی ہیں۔ (بخاری و مسلم) نماز فجر کے بعد اور مغرب وعشا کے درمیان سونے کو نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں علماء کرام نے مکروہ کہا ہے۔ نماز عصر اور مغرب کے درمیان سونے کو پسند نہیں کیا گیا ہے۔ لہٰذا حتی الامکان اِن اوقات میں سونے سے بچنا چاہئے اگرچہ حرام نہیں ہے۔ دوپہر کو آرام کرنا یعنی قیلولہ کرنا سنت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے آج سے چودھ سو سال قبل سونے کا جو طریقہ بیان کیا ہے، آج کے اطباء بھی اس کو صحت کے لیے انتہائی مفید تسلیم کرتے ہیں۔

کھانے پینے کے آداب: کھانے کے مختلف آداب حضور اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں کتابوں میں مذکور ہیں، مگر ان میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمارے پیٹ میں حرام مال کا کوئی لقمہ بھی نہ جائے۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ صرف حلال وسائل پر ہی اکتفاء کرے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حرام مال سے جسم کی بڑھوتری نہ کرو کیونکہ اس سے بہتر آگ ہے۔ (ترمذی) اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ انسان جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو، ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (مسند احمد) نیز نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ حرام کھانے، پینے اور حرام پہننے والوں کی دعائیں کہاں سے قبول ہوں۔ (مسلم) جس طرح آجکل ہم ناشتہ، دوپہر کا کھانا، شام کی چائے اور رات کا کھانا پابندی سے کھاتے ہیں، غالباً حضور اکرم ﷺ کی پوری زندگی میں ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا۔ لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے، لیکن محتاج لوگوں کی ضرورت کا بھی ہمیں خیال رکھنا چاہئے۔ حضور اکرم ﷺ کا کھانا عموماً روٹی کی شکل میں ہوتا تھا، اگرچہ چاول بھی اُس زمانہ میں

کھایا جاتا تھا۔ کھجور، ثرید، گوشت، مچھلی، شہد، سرکہ، زیتون، ککڑی، تربوز، انجیر، انگور، انار اور حلوا کھانے اور پانی و دودھ کے پینے کا ثبوت احادیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔ آپ ﷺ کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد ہاتھ دھویا کرتے تھے۔ آپ ﷺ تین انگلیوں (انگوٹھا، شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی) سے کھانا تناول فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کھانے سے فراغت کے بعد اپنی انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ آپ ﷺ عموماً بیٹھ کر ہی پانی پیتے تھے، آپ ﷺ سے کھڑے ہوکر پانی پینا بیانِ جواز کے لئے ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ کھڑے ہوکر پانی پینا حرام نہیں ہے۔ آپ ﷺ کو زمزم کا پانی پلایا گیا تو آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر نوش فرمایا۔ کھڑے ہوکر کھانا جائز تو ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کی سنت بیٹھ کر کھانا ہے۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی کھانے کو عیب نہیں لگایا۔ اگر پسند ہوتا تو کھالیا اور ناپسند ہوا تو چھوڑ دیا۔ (بخاری و مسلم) نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہمیں دائیں ہاتھ اور اپنے سامنے سے کھانا چاہئے۔ (بخاری و مسلم) بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرنا چاہئے، اگر بسم اللہ پڑھنا بھول جائیں تو درمیان میں بسم اللہ اوّلہ وآخرہ پڑھ لیا کریں۔ (ترمذی، ابوداود) نیز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے، پس تم اس کے کناروں سے کھاؤ۔ (ترمذی، ابوداود) کھانا کھاتے وقت اس بات کا خاص اہتمام کیا جائے کہ پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا جائے بلکہ دو چار لقمے کم کھانا بہتر ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے اور تین آدمیوں کا کھانا چار کے لیے کافی ہے۔ (بخاری و مسلم) کھانے یا پینے کے برتن میں سانس لینے یا اُس میں پھونک مارنے سے آپ ﷺ منع فرماتے تھے۔ (ترمذی) نبی اکرم ﷺ نے مشک کے منہ (یعنی اِس زمانہ میں

جگ یا ٹونٹی) سے پانی پینے کو منع فرمایا ہے۔(بخاری ومسلم) کھانے سے فراغت کے بعد آپ ﷺ سے مختلف دعائیں ثابت ہیں، اُن میں سے ایک دعا یہ بھی ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (ترمذی، ابوداود) طبی اعتبار سے بھی کھانے پینے کا یہ طریقہ انسان کی صحت کے لیے انتہائی مفید ہے۔

لباس کے آداب: قرآن وسنت کی روشنی میں علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ انسان اپنے علاقہ کی عادات واطوار کے لحاظ سے حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق کوئی بھی لباس پہن سکتا ہے کیونکہ لباس میں اصل جواز ہے جیسا کہ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۳۲ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ لباس اور کھانے کی چیزوں میں وہی چیز حرام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ لیکن ہمیں اپنے لباس میں حتی الامکان نبی اکرم ﷺ کے طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے اور وہ لباس جس کی وضع وقطع اور پہننا غیر مسنون ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے طریقہ کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے نمونہ بنایا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: تم سب کے لئے رسول اللہ کی ذات بہترین نمونہ ہے۔(سورۃ الاحزاب ۲۱) اللہ تعالیٰ نے لباس کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: اے آدم کی اولاد ہم نے تمہارے لئے لباس بنایا جو تمہاری شرم گاہوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور بہترین لباس تقوی کا لباس ہے۔(سورۃ الاعراف ۲۶) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تقوی کا لباس پہننے کی تعلیم دی ہے اور لِبَاسُ التقوی سے مراد وہ لباس ہے جس میں شرم وحیا ہو اور لباس کے متعلق حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کے خلاف نہ ہو۔

نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں علماء کرام نے لباس کے بعض شرائط تحریر کئے

ہیں:۱) مرد حضرات کے لئے ایسا لباس پہننا فرض ہے، جس سے ناف سے لے کر گھٹنے تک جسم چھپ جائے اور ایسا لباس پہننا مسنون ہے جس سے ہاتھ، پیر اور چہرے کے علاوہ مکمل جسم چھپ جائے۔ عورتوں کے لئے ایسا لباس پہننا فرض ہے، جس سے ہاتھ، پیر اور چہرے کے علاوہ ان کا پورا جسم چھپ جائے۔ یہاں لباس کا بیان ہے نہ کہ پردے کا کیونکہ غیر محرم کے سامنے عورت کو چہرا ڈھانکنا ضروری ہے۔۲) لباس نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے خلاف نہ ہو، مثلاً مرد حضرات کے لئے ریشمی کپڑے اور خالص سرخ یا زرد رنگ کا لباس۔۳) ایسا تنگ یا باریک لباس نہ ہو جس سے جسم کے اعضاء نظر آئیں۔۴) مردوں کا لباس عورتوں کے مشابہ اور عورتوں کا لباس مردوں کے مشابہ نہ ہو۔۵) مردوں کا لباس زیادہ رنگین اور عورتوں کا لباس زیادہ خوشبو والا نہ ہو (خاص طور پر جب وہ گھر سے باہر نکلیں)۔۶) مردوں کا لباس ٹخنوں سے اوپر جبکہ عورتوں کا لباس ٹخنوں سے نیچے ہو۔۷) کفار و مشرکین کے مذہبی لباس سے مشابہت نہ ہو۔

نبی اکرم ﷺ زیادہ تر سفید لباس پہنا کرتے تھے اگرچہ دوسرے رنگ کے کپڑے بھی آپ ﷺ نے استعمال کئے ہیں۔ رنگین لباس عموماً چادر یا عبایہ یا جبہ کی شکل میں ہوا کرتا تھا کیونکہ آپ ﷺ کی قمیص اور تہبند عموماً سفید ہوا کرتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کپڑوں میں سے سفید کو اختیار کیا کرو کیونکہ وہ تمہارے کپڑوں میں بہترین کپڑے ہیں اور سفید کپڑوں میں ہی اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔ (ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ، مسند احمد، صحیح ابن حبان) حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا قد درمیانی تھا۔ ایک مرتبہ میں نے آپ ﷺ کو سرخ دھاریوں والی چادر میں ملبوس دیکھا۔ میں نے کبھی بھی اس سے زیادہ

کوئی خوبصورت منظر نہیں دیکھا۔(بخاری، مسلم) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کو کپڑوں میں قمیص زیادہ پسند تھی۔(ترمذی، ابوداود) آپ ﷺ کی قمیص کا رنگ عموماً سفید ہوا کرتا تھا۔(ترمذی) آپ ﷺ کی قمیص تقریباً نصف پنڈلی تک ہوا کرتی تھی۔(ابوداود، ابن ماجہ) آپ ﷺ کی قمیص کی آستین عموماً پہو نچے تک ہوا کرتی تھی۔(ابو داود، ترمذی) ازار اس لباس کو کہتے ہیں جو جسم کے نچلے حصہ میں پہنا جاتا ہے۔عموماً نبی اکرم ﷺ تہبند کا استعمال فرماتے تھے۔آپ ﷺ کا تہبند ناف کے اوپر سے نصف پنڈلی تک رہا کرتا تھا۔صحابۂ کرام بھی عموماً تہبند استعمال کرتے تھے اور آپ ﷺ کی اجازت سے پائجامہ بھی پہنتے تھے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے سامنے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور موٹا تہبند نکالا پھر فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کی روح مبارکہ ان دونوں کپڑوں میں قبض کی گئی۔(بخاری ومسلم) آپ ﷺ عمامہ باندھتے تھے اور اس کے نیچے ٹوپی بھی پہنتے تھے،آپ ﷺ عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنتے تھے اور آپ ﷺ ٹوپی پہنے بغیر بھی عمامہ باندھتے تھے۔(زادالمعاد فی ہدی خیر العباد) جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ لباس میں اصل جواز ہے،انسان اپنے علاقہ کی عادات واطوار کے مطابق چند شرائط کے ساتھ کوئی بھی لباس پہن سکتا ہے،ان شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ کفار ومشرکین کا لباس نہ ہو۔پینٹ وشرٹ یقیناً مسلمانوں کی ایجاد نہیں ہے لیکن اب یہ لباس عام ہوگیا ہے چنانچہ مسلم اور غیر مسلم سب اس کو استعمال کرتے ہیں۔لہذا مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ پینٹ وشرٹ پہننا جائز ہے،البتہ پینٹ وشرٹ کے مقابلے میں کرتا و پائجامہ کو فوقیت حاصل ہے۔

دوسروں کے ساتھ نرمی، حسنِ اخلاق اور سلام میں سبقت مطلوب ھے

شریعت اسلامیہ میں جہاں انفرادی عبادت کرنے کی بار بارتاکید کی گئی ہے، وہیں سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، نرمی کے ساتھ پیش آنے، دوسروں کی خدمت کرنے، بڑوں کا احترام کرنے، اچھے اخلاق سے پیش آنے، تکبر وحسد سے بچنے، حتی الامکان گھروالوں اور پڑوسیوں کو خوش رکھنے، تمام لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کرنے اور سلام میں پہل کرنے کی خصوصی تعلیمات دی گئی ہیں تاکہ ایک اچھا معاشرہ وجود میں آسکے۔ سید الرسل وافضل البشر حضور اکرم ﷺ کو عالمی رسالت سے نوازا گیا ہے، یعنی اب قیامت تک شریعت محمدیہ پر عمل کیے بغیر اخروی کامیابی حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے انقلاب برپا کرکے صرف ۲۳ سال میں اپنے قول وعمل سے ایسے معاشرے کو وجود بخشا جو قیامت تک انسانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ ہمیں اپنے معاشرہ کی برائیوں پر قابو پانے کے لیے حضور اکرم ﷺ کی کوشش سے وجود میں آئی صحابۂ کرام کی جماعت کی زندگی کو ہی اختیار کرنا ہوگا، جس کے لیے دیگر امور کے ساتھ مندرجہ ذیل اعمال پر عمل پیرا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

تواضع وانکساری سے کام لیں:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ تم تواضع (عاجزی وانکساری) اختیار کرو۔ یہاں تک کہ تم میں سے کوئی بھی دوسرے پر فخر نہ کرے اور نہ دوسرے پر زیادتی کرے۔ (مسلم) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی صدقہ مال کو کم نہیں کرتا، اور جو جتنا زیادہ درگزر کرتا ہے اللہ اس کی عزت اتنی ہی زیادہ بڑھاتے ہیں اور جس نے

اللہ کے لیے تواضع کی اللہ نے اسے بلند کیا۔ (مسلم) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر کو بھی بھیجا ہے اس نے بکریاں چرائیں۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا: اور آپ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ میں اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط پر چراتا تھا۔ (بخاری)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ گھر میں کام بھی کیا کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ ﷺ فوراً نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے جاتے۔ (بخاری)

دوسروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ نرمی کرنے والے اور نرمی کو پسند کرنے والے ہیں اور نرمی پر وہ کچھ دیتے ہیں جو سختی پر نہیں دیتے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور چیز پر دیتے ہیں۔ (مسلم) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی کھڑے ہو کر مسجد (کے صحن) میں پیشاب کرنے لگا تو لوگوں نے اسے پکڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی بہادو کیونکہ تم نرمی کے لئے بھیجے گئے ہو، سختی کے لئے نہیں۔ (بخاری) آپ ﷺ نے اس دیہاتی کو پیشاب کرتے وقت روکنے سے منع فرمایا تاکہ پیشاب بند کرانے کی وجہ سے اسے کوئی تکلیف نہ ہو جائے، لیکن پیشاب کے بعد اُس جگہ جہاں اُس نے پیشاب کیا تھا، وہاں آپ ﷺ نے پانی بہانے کا حکم دیا۔

تکبر و حسد سے بچیں اور کسی شخص کو حقیر نہ سمجھیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: زمین میں تو اکڑ کر مت چل۔ (سورۃ الاسراء ۳۷) اسی طرح فرمانِ

الٰہی ہے: اور تو اپنے رخسار کو لوگوں کے لیے مت پھلا اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔ (سورۃ لقمان ۱۸) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ایک ذرّہ کے برابر بھی تکبر ہو۔ ایک شخص نے پوچھا بے شک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے خوبصورت ہوں اور اس کے جوتے خوبصورت ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ جمال والے ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں۔ کِبر حق کو ٹھکرانے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔ (مسلم) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی تکبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ سرکشوں میں لکھا جاتا ہے، پس اس کو وہی سزا ملے گی جو ان کو ملے گی۔ (ترمذی)

سب کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: بے شک آپ اعلیٰ اخلاق پر ہیں۔ (سورۃ ن ۴) آپ ﷺ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ، جنھوں نے مدینہ منورہ میں نبی اکرم ﷺ کی دس سال خدمت فرمائی تھی، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ لوگوں میں اخلاق کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ (بخاری و مسلم) اسی طرح فرمان رسول ﷺ ہے: مؤمن کے میزان میں قیامت کے دن حسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی چیز بھاری نہ ہوگی۔ بے شک اللہ تعالیٰ بدکلامی اور بے ہودہ گوئی کرنے والے کو ناپسند کرتے ہیں۔ (ترمذی) رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا۔ لوگوں کو جنت میں لے جانے والے اعمال کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا ڈر اور حسن اخلاق۔ پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسی

چیزیں لوگوں کو زیادہ آگ میں لے جانے والی ہیں؟ فرمایا: منہ اور شرمگاہ۔ (ترمذی) نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کامل مؤمن وہی ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔ اور تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے بارے میں سب سے بہتر ہوں۔ (ترمذی) نیز فرمانِ رسول ﷺ ہے: بے شک مؤمن اپنے حسن اخلاق سے ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور شب بیدار کا درجہ پالیتا ہے۔ (ابوداود)

سلام میں سبقت کریں:

انسان کا مزاج اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ وہ دوسرے انسان سے ملاقات کے وقت محبت کے پیغام پر مشتمل کوئی جملہ دوسرے شخص کو مانوس وخوش کرنے کے لیے کہتا ہے۔ مثلاً ہندو لوگ ملاقات کے وقت نمستے یا نمسکار کہتے ہیں، کچھ ہندو رام رام کہتے ہیں، اور انگریزی داں طبقہ گڈ مارننگ، گڈ اوینگ اور گڈ نائٹ جیسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل زمانۂ جاہلیت میں بھی ملاقات کے وقت مبارکبادی کے کلمات کہنے کا رواج تھا۔ لیکن جب مذہب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر آپ ﷺ نے ملاقات کے وقت ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہنے کا طریقہ جاری فرمایا۔ اس کے معنی ہیں کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی ہو۔ اِن کلمات سے نہ صرف محبت کا پیغام دوسرے کو پہنچتا ہے بلکہ یہ بہت جامع دعا بھی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمام بری چیزوں، بلاؤں، آفتوں، مصیبتوں اور تکلیفوں سے محفوظ اور سلامت رکھے، پھر سلام کرنے والا سلامتی کی اس دعا کے ضمن میں گویا یہ بھی کہہ رہا ہے کہ تم خود بھی مجھ سے سلامت ہو میرے ہاتھ اور زبان کی تکلیف سے۔

قرآن وحدیث میں بار بار سلام کرنے کی تعلیم وترغیب دی گئی ہے۔ اختصار کے مدنظر صرف دو

آیات کا ترجمہ پیش ہے: پس جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ہے مبارک اور پاکیزہ۔ (سورۃ النور ۶۱) جب تمہیں تحفۂ سلام دیا جائے تو تم اس کو سلام دو اُس سے بہتر یا اسی کو لوٹا دو۔ (سورۃ النساء ۸۶) یعنی جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر الفاظ میں یا کم از کم انہیں الفاظ کے ساتھ سلام کا جواب دو۔ سلام کی اہمیت اور فضیلت کے متعلق متعدد احادیث بھی کتب حدیث میں موجود ہیں۔ صرف دو احادیث پیش کر رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک ایمان نہ لاؤ، اور تم ایمان والے نہیں جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلادوں کہ جب تم اس کو اختیار کرو تو باہمی محبت پیدا ہوجائے۔ (اور وہ اہم بات یہ ہے کہ) اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ۔ (مسلم) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت کے حصول کے لیے سلام کرنے میں سبقت کرنی چاہئے۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اسلام کی کونسی بات سب سے اچھی ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کھانا کھلاؤ، اور دوسروں کو سلام کرو خواہ اُن کو پہچانتے ہو یا نہیں۔ (بخاری ومسلم) یعنی ہر شخص کو سلام کرنا چاہئے۔

سلام کرنے کے بعض احکام:

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" گڈ مارننگ، گڈ اوینگ اور گڈ نائٹ کی طرح صرف الفاظ کا نام نہیں، بلکہ آپس میں محبت اور تعلق پیدا کرنے کا اچھا عمل ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بہترین دعا بھی ہے۔ اسلام میں سلام کرنے کی خاص اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں جہاں ہر عمل کے احکام وآداب بیان کیے گئے ہیں، وہیں سلام کرنے کے بھی احکام وآداب بیان کیے گیے ہیں، مثلاً: سلام کرنا سنت ہے، مگر اس کا جواب دینا واجب ہے۔ سلام

اوراس کا جواب اچھی نیت کے ساتھ سنت کے مطابق جمع کے صیغہ کے ساتھ دیا جائے، اگر چہ مخاطب ایک شخص ہی کیوں نہ ہو، تا کہ فرشتے (کراماً کاتبین) جو ہر ایک کے ساتھ ہیں سلام میں مخاطب کے ساتھ شامل ہوں اور ان کو سلام کرنے کا بھی ثواب مل جائے، اور پھر جب وہ سلام کا جواب دیں تو ان کی دعا بھی ہمیں مل جائے۔ اسی طرح سوار شخص پیدل چلنے والے کو، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں، یہ حکم صرف تواضع وانکساری کی طرف راغب کرنے کے لیے ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر یہ لوگ سلام نہ کریں تو ہم پہل بھی نہ کریں، بلکہ ہم سلام میں پہل کرکے زیادہ ثواب کے حقدار بن جائیں۔ نیز حدیث میں وارد ہے کہ سلام میں پہل کرنے والا (اس عمل کی وجہ سے) تکبر سے پاک ہے۔ (شعب الایمان) تکبر کا بہترین علاج یہ بھی ہے کہ ہر ملنے والے مسلمان کو سلام کرنے میں سبقت کی جائے۔ نیز ہم آپس میں ملاقات کے وقت بات چیت اور گفتگو سے قبل سلام کریں۔ عصر حاضر میں ٹیلیفون اور موبائل بھی ملاقات کا ایک ذریعہ ہے، اس لیے سلام کرنے کا جو حکم آپسی ملاقات کا ہے وہی فون کرتے اور اٹھاتے وقت کا ہوگا، لہٰذا ''ہیلو'' کے بجائے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہنا بہتر ہوگا۔ بعض مواقع اور حالتیں سلام سے مستثنیٰ ہیں، اس سلسلہ میں فقہاءِ کرام کی تشریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ چند صورتوں اور حالتوں میں سلام نہیں کرنا چاہئے۔ جب کوئی اطاعت میں مشغول ہو، مثلاً نماز، ذکر، دعا، تلاوت، اذان واقامت، خطبہ یا کسی دینی مجلس کے وقت۔ جب کوئی بشری حاجت میں مشغول ہو، مثلاً کھانے پینے، سونے اور پیشاب پاخانہ وغیرہ کے وقت۔ جب کوئی معصیت میں مشغول ہو مثلاً شراب پی رہا ہو، تو اس موقع پر سلام نہیں کرنا چاہئے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اسلام مسلمانوں کا غیر مسلموں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اُن کے ساتھ نرمی کرنے کی وجہ سے پھیلا ہے، مگر عام طور پر آج ہمارے اندر یہ امتیازی صفت موجود نہیں ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر جو باتیں ذکر کی گئی ہیں، انہیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سب کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے والا اور سلام میں پہل کرنے والا بنائے۔

آمین۔

اللہ تعالیٰ کا کریمانہ اصول:

ایک برائی پر ایک، لیکن اچھائی پر سات سو گنا اجر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھیں، اور پھر ان کی وضاحت فرمائی کہ جو آدمی کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے، مگر اس کو کر نہیں پاتا، اللہ تعالیٰ اس کی ایک کامل نیکی لکھ دیتے ہیں اور اگر ارادہ کر کے اس کو کر گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیاں اس کی لکھ دیتے ہیں، اور اگر وہ برائی کا ارادہ کرتا ہے مگر اس کو کرتا نہیں (اللہ کے خوف سے) تو اللہ تعالیٰ اس کی بھی ایک کامل نیکی لکھ دیتے ہیں، اور اگر وہ ارادہ کر کے اس کو کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک برائی لکھ دیتے ہیں۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

ایک برائی پر ایک، لیکن اچھائی پر سات سو گنا اجر:

محسن انسانیت نبی اکرم ﷺ کے فرمان کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نیک عمل کا ارادہ کرنے پر بھی ایک نیکی ہے، اور گناہ کا ارادہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس گناہ سے بچنے پر بھی ایک نیکی ملتی ہے۔ ایک گناہ کرنے پر صرف ایک برائی تحریر کی جاتی ہے، لیکن ایک نیک عمل کی ادائیگی پر دس گنا سے سات سو گنا تک بلکہ خلوص وللٰہیت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اس سے بھی زیادہ بندہ اجر وثواب کا مستحق بن سکتا ہے۔

انسان کے اعمال کی اقسام: ۱) پہلی قسم وہ ہے جو انسان کے صرف دل میں آئے۔ ظاہر ہے کہ انسان اس پر قابو رکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ لہٰذا اس پر کوئی اجر وثواب یا عذاب نہیں ہے، یعنی اگر کسی شخص کے صرف دل میں کسی اچھے یا برے کام کے

کرنے کی بات آئی،لیکن کوئی ارادہ نہیں ہوا تو اس پر نہ کوئی اجر وثواب ہے اور نہ ہی کوئی پکڑ۔
۲) اگر نیک کام کرنے کی بات دل میں آئی اور اس کا ارادہ بھی ہو گیا تو وہی حدیث میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے نیک کام کے کرنے کا ارادہ کیا مگر اس پر عمل نہیں کر سکا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک نیکی کا ثواب عطا فرمائے گا۔مثلاً کسی شخص نے ارادہ کیا کہ وہ صدقہ کرے گا، مگر پھر وہ صدقہ نہیں کر سکا تو وہ شخص ارادہ کرنے پر بھی ایک نیکی کے اجر وثواب کا مستحق بنے گا۔ ۳) اگر کسی شخص نے ارادہ کرنے کے بعد نیک کام کر لیا تو پھر اس کو دس گنا سے سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ اجر وثواب ملے گا۔ ۴) اگر کسی شخص نے برائی کا ارادہ کیا مگر اس نے اللہ کے خوف کی وجہ سے اس برائی سے اپنے آپ کو بچا لیا تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ ایک نیکی عطا فرمائے گا۔مثلاً یتیم کا مال ہڑپ کرنے کا ارادہ کیا مگر اللہ کا خوف اِس ارادہ کی تکمیل سے مانع بن گیا تو اُسے اللہ کے خوف کی وجہ سے اِس برائی سے بچنے پر ایک نیکی ملے گی۔لیکن اللہ کے خوف سے نہیں بلکہ اس گناہ پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے وہ گناہ نہیں کر سکا تو پھر وہ اس فضیلت کا مستحق نہیں ہوگا بلکہ اس کے نامہ اعمال میں ایک برائی لکھی جائے گی۔مثلاً ایک شخص ڈانس پارٹی میں شرکت کے لئے جا رہا تھا مگر راستہ میں گاڑی خراب ہونے کی وجہ سے اس میں شریک نہیں ہو سکا تو اس گناہ کے ارتکاب نہ کرنے کے باوجود اس کے نامہ اعمال میں ایک برائی لکھی جائے گی۔ ۵) اگر کسی شخص نے گناہ کا ارتکاب کر لیا تو اس کے نامہ اعمال میں ایک برائی لکھی جائے گی، جس نوعیت کا گناہ ہوگا اسی نوعیت کی سزا بھی ملے گی۔

نیک اعمال پر اجر وثواب کی کثرت کیوں؟ گزشتہ امتوں کے مقابلہ میں آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کے لوگوں کی عمریں بہت کم ہیں،

جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے لوگوں کی عمریں ۶۰ سے ۷۰ سال کے درمیان ہیں۔ (ترمذی وابن ماجہ) پہلی امتوں کے اعمال کی برابری کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے افراد کے لئے نیک اعمال کا اجروثواب بڑھایا، چنانچہ ایک نیکی پر دس گنا سے لے کر سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ اجروثواب کا وعدہ کیا گیا جیسا کہ پوری انسانیت کے نبی کا فرمان بخاری ومسلم ودیگر کتب حدیث میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے پاک کلام میں متعدد مرتبہ نیکی پر اجروثواب کی کثرت کے متعلق اصول کو بیان فرمایا ہے۔

ہماری مختصر وقیمتی زندگی: ۶۵ سال کی زندگی کو معیار بنا کر اگر ہم اپنی زندگی کا حساب لگائیں اور بالغ ہونے سے قبل کی زندگی کے تقریباً ۱۵ سال کم کر دیں تو صرف ۵۰ سال کی زندگی بچتی ہے۔ ۶ سے ۸ گھنٹے روزانہ سو کر زندگی کا ایک تہائی یا ایک چوتھائی حصہ سونے میں نکل جاتا ہے۔ زندگی کا تقریباً ایک تہائی یا ایک چوتھائی حصہ کاروبار یا ملازمت وغیرہ میں لگ جاتا ہے۔ زندگی کا ایک تہائی یا ایک چوتھائی حصہ جو ہمارا سونے میں لگتا ہے، اس کو عبادت بنانے کے لئے ساری مخلوق میں سب سے افضل اور سارے نبیوں کے سردار نبی اکرم ﷺ کا فارمولہ یہ ہے کہ: جو شخص عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے، گویا اس نے آدھی رات عبادت کی اور جو فجر کی نماز بھی جماعت کے ساتھ پڑھ لے گویا اس نے پوری رات عبادت کی۔ (مسلم) کاروبار یا ملازمت میں لگنے والے زندگی کے ایک تہائی یا ایک چوتھائی حصہ کو عبادت بنانے کے لئے شریعت اسلامیہ نے یہ اصول وضابطہ بنایا کہ: حرام مال سے جسم کی بڑھوتری نہ کرو کیونکہ اس سے بہتر آگ ہے۔ (ترمذی) وہ انسان جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو، ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (مسند احمد) ہم

اپنی زندگی کے مابقیہ قیمتی حصہ کا صحیح استعمال کرلیں تو ان شاء اللہ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی میں کامیاب ہوجائیں گے۔ ٹی وی، واٹس اپ، فیس بک، موبائل اور انٹرنیٹ پر ہماری مصروفیات دن بدن بڑھتی جارہی ہیں حتی کہ اللہ کے گھر یعنی مساجد بھی موبائل کی ٹون سے محفوظ نہیں ہیں۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ نئی ٹکنولوجی کا استعمال صرف جائز مقاصد کے لئے کریں، اورنئی ٹکنولوجی میں ہماری مصروفیت قرآن کریم کی تلاوت اورنماز وغیرہ کی ادائیگی سے رکاوٹ کا سبب نہ بنے۔

ہماری زندگی کا اصل مقصد:

ہماری زندگی کا اصل مقصد اللہ کی عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا حصول اوراس کی خوشنودی کی بدولت جہنم سے نجات اور ہمیشہ ہمیشہ کی جنت میں داخل ہونا ہے۔

جنت کیا ہے؟ جنت کی نعمتوں کا تصور بھی انسان کی طاقت سے باہر ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کررکھی ہیں، جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا ہے نہ کانوں نے سنا ہے اورنہ کسی انسان کے دل میں ان کا کبھی خیال گزرا ہے، اگر جی چاہے یہ آیت پڑھ لو: ''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی تازگی اورسرور کے لئے کیا چیزیں پوشیدہ کرکے رکھی گئی ہیں۔'' (بخاری) جہنم کیا ہے؟ محسن انسانیت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری (دنیا کی) آگ جہنم کی آگ کے مقابلہ میں سترواں حصہ ہے (اپنی گرمی اور ہلاکت خیزی میں)۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! (کفار اور گناہگاروں کے عذاب کے لئے تو) یہ ہماری دنیا کی آگ بھی بہت تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دنیا کی آگ کے مقابلہ میں جہنم کی آگ انہتر گنا بڑھ کر ہے۔ (بخاری) اللہ تعالیٰ ہمیں

دنیاوی فانی وقتی زندگی میں ہمیشہ ہمیشہ کی آخرت کی زندگی کی تیاری کرنے والا بنائے۔

چند آیات قرآنیہ جن میں نیکی پر اجروثواب کی کثرت مذکور ھے: اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا کہ نیک عمل پر اجروثواب میں کثرت ہے لیکن ایک برائی پر ایک ہی برائی کی سزا دی جائے گی، اگر اس گناہ یا برائی سے سچے دل سے معافی نہیں مانگی گئی۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ شرک جیسا سب سے بڑا گناہ بھی دنیا میں سچی توبہ کرنے سے معاف ہوجاتا ہے۔ یہاں اختصار کے پیش نظر صرف چند آیات پیش خدمت ہیں: ۱) جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات بالیں اُگائے اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔ اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے (ثواب میں) کئی گنا اضافہ کردیتا ہے۔ اللہ بہت وسعت والا اور بڑے علم والا ہے۔ (سورۃ البقرہ ۲۶۱) ۲) اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے کئی گنا کردیتا ہے۔ اور خود اپنے پاس سے عظیم ثواب دیتا ہے۔ (سورۃ النساء ۴۰) ۳) جو شخص کوئی نیکی لے کر آئے گا، اس کے لئے اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب ہے اور جو شخص کوئی برائی لے کر آئے گا تو اس کو صرف اسی ایک برائی کی سزا دی جائے گی اور ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ (سورۃ الانعام ۱۶۰) ۴) جو کوئی نیکی لے کر آئے گا اسے اس سے بہتر بدلہ ملے گا۔ (سورۃ النمل ۸۹) ۵) جو شخص کوئی بھلائی کرے گا، ہم اُس کی خاطر اس بھلائی میں مزید خوبی کا اضافہ کردیں گے۔ (سورۃ الشوریٰ ۲۳)

چند اعمال صالحہ جن پر بڑے اجروثواب کا وعدہ ہے:

۱) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسجد حرام میں نماز کی ادائیگی ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (مسند احمد وصحیح بن حبان) کسی بھی شخص پر پوری زندگی میں ایک لاکھ نمازیں فرض نہیں ہوتیں۔ مگر مسجد حرام میں ایک نماز کی ادائیگی پر پوری زندگی کی نمازوں سے زیادہ اجروثواب ملے گا۔ ۲) صحیح مسلم کی روایت کے مطابق مسجد نبوی میں ایک ہزار، جبکہ ابن ماجہ کی روایت کے مطابق پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا۔ جیسا خلوص ہوگا ویسا ہی اجروثواب کا مستحق ہوگا ان شاء اللہ۔ ۳) شب قدر کی عبادت ہزار مہینوں یعنی ۸۳ سال کی عبادت سے زیادہ افضل ہے۔ (سورۃ القدر) ۴) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رمضان کی عمرہ کی ادائیگی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (مسلم) ۵) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی اجروثواب میں ۲۷ درجہ زیادہ ہے۔ (بخاری ومسلم) ۶) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز فجر کی جماعت کے ساتھ ادائیگی کے بعد سورج نکلنے تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے، پھر دو رکعات نفل پڑھتا ہے تو اسے حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی) ۷) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ "ا" ایک حرف ہے، "ل" ایک حرف ہے اور "م" ایک حرف ہے۔ (ترمذی) ۸) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایک دن میں سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھا اس کے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کردئے جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ (بخاری) ۹) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں

سے کوئی ہر روز ہزار نیکیاں کمانے سے عاجز ہے؟ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا، ہزار نیکیاں کمانے کی کیا صورت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سو بار سبحان اللہ پڑھ لیا کرو، اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھ دی جائیں گی، یا ہزار خطائیں مٹا دی جائیں گی۔ (مسلم) ۱۰ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے محض اللہ کی خوشنودی کے لئے حج کیا اور اس دوران کوئی بیہودہ بات یا گناہ نہیں کیا تو وہ (پاک ہوکر) ایسا لوٹتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے روز (پاک تھا)۔ (بخاری و مسلم)

الحمدللہ! ہم ابھی بقید حیات ہیں اور موت کا فرشتہ ہماری جان نکالنے کے لئے کب آجائے، معلوم نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ امور سے قبل پانچ امور سے فائدہ اٹھایا جائے۔ بڑھاپا آنے سے قبل جوانی سے۔ مرنے سے قبل زندگی سے۔ کام آنے سے قبل خالی وقت سے۔ غربت آنے سے قبل مال سے۔ بیماری سے قبل صحت سے۔ لہٰذا ہمیں توبہ کر کے نیک اعمال کی طرف سبقت کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔'' (سورۃ النور ۳۱) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: کہہ دو کہ: ''اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے، یعنی گناہ کر رکھے ہیں، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقین جانو اللہ سارے کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔'' (سورہ الزمر ۵۳)

تین افراد کا غار میں بند ہونے پر
نیک عمل کا وسیلہ بناکر اللہ سے دعا کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم سے پہلی امت کے تین آدمی سفر کررہے تھے۔ رات گزارنے کے لئے ایک غار میں داخل ہوئے۔ پہاڑ سے ایک پتھر نے لڑھک کر غار کے منہ کو بند کردیا۔ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ اس پتھر سے ایک ہی صورت میں نجات مل سکتی ہے کہ تم اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرو۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے، میں ان سے پہلے کسی کو دودھ نہ پلاتا تھا۔ ایک دن لکڑی کی تلاش میں میں بہت دور نکل گیا، جب شام کو واپس لوٹا تو وہ دونوں سو چکے تھے۔ میں نے ان کے لئے دودھ نکالا اور ان کی خدمت میں لے آیا۔ میں نے ان کو سویا ہوا پایا۔ میں نے ان کو جگانا ناپسند سمجھا اور ان سے پہلے اہل وعیال وخدام کو دودھ دینا بھی پسند نہ کیا۔ میں پیالا ہاتھ میں لئے ان کے جاگنے کے انتظار میں طلوع فجر تک ٹھہرارہا۔ حالانکہ بچے میرے قدموں میں بھوک سے بلبلا رہے تھے۔ اسی حالت میں فجر طلوع ہوگئی۔ وہ دونوں بیدار ہوئے اور اپنے شام کے حصہ والا دودھ نوش کیا۔ اے اللہ! اگر یہ کام میں نے تیری رضامندی کی خاطر کیا تو تو اس چٹان والی مصیبت سے نجات عنایت فرما۔ چنانچہ چٹان تھوڑی سی اپنی جگہ سے سرک گئی۔ مگر ابھی غار سے نکلنا ممکن نہ تھا۔ دوسرے نے کہا: اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی۔ وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے اس سے اپنی نفسانی خواہش پورا کرنے کا اظہار کیا مگر وہ اس پر آمادہ نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ قحط سالی کا ایک سال پیش آیا جس میں وہ میرے پاس

آئی۔ میں نے اس کو ایک سوبیس دینار اس شرط پر دئے کہ وہ اپنے نفس پر مجھے قابو دے گی۔ اس نے آمادگی ظاہر کی اور قابو دیا۔ جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا تو اللہ سے ڈر! اور اس مہر کو ناحق و ناجائز طور پر مت توڑ۔ چنانچہ میں اس فعل سے باز آ گیا حالانکہ مجھے اس سے بہت محبت بھی تھی۔ اور میں نے وہ ایک سوبیس دینار اس کو ہبہ کر دئے۔ یا اللہ اگر میں نے یہ کام خالص تیری رضا جوئی کے لئے کیا تھا تو ہمیں اس مصیبت سے نجات عنایت فرما جس میں ہم مبتلا ہیں۔ چنانچہ چٹان کچھ اور سرک گئی۔ مگر ابھی تک اس سے نکلنا ممکن نہ تھا۔ تیسرے نے کہا! یا اللہ میں نے کچھ مزدور اجرت پر لگائے اور ان تمام کو مزدوری دے دی۔ مگر ایک آدمی ان میں سے اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کاروبار میں لگا دی۔ یہاں تک کہ بہت زیادہ مال اس سے جمع ہو گیا۔ ایک عرصہ کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے اللہ کے بندے میری مزدوری مجھے عنایت کر دو۔ میں نے کہا تم اپنے سامنے جتنے اونٹ، گائیں، بکریاں اور غلام دیکھ رہے ہو، یہ تمام تیری مزدوری ہے۔ اس نے کہا اے اللہ کے بندے میرا مذاق مت اڑا۔ میں نے کہا میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کرتا۔ چنانچہ وہ سارا مال لے گیا اور اس میں سے ذرہ برابر بھی نہیں چھوڑا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ تیری رضامندی کے لئے کیا تو تو اس مصیبت سے جس میں ہم مبتلا ہیں، ہمیں نجات عطا فرما۔ پھر کیا تھا چٹان ہٹ گئی اور تینوں باہر نکل گئے۔ (مسلم۔ کتاب الرقاق۔ باب قصہ اصحاب الغار الثلاثہ والتوسل بصالح الاعمال)

وسیلہ:

مذکورہ حدیث میں نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا مانگی گئی۔ وسیلہ کا مطلب ہے کہ کسی مقبول عمل یا

مقرب بندے مثلاً حضور اکرم ﷺ کا واسطہ پیش کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا۔ یعنی اس بات کا پورا یقین اور ایمان کہ دینے والی، بخشنے والی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور کوئی نیک بندہ حتی کی نبی یا رسول بھی خدائی میں شریک نہیں ہوسکتا ہے۔ لیکن اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کے بعد اپنے کسی مقبول عمل یا حضور اکرم ﷺ کا واسطہ پیش کر کے اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرنا وسیلہ کہلاتا ہے۔

وسیلہ کی تین قسمیں ہیں:

۱) اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے اپنی ضرورت مانگنا، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (سورۃ الاعراف ۱۸۰) اور اسماء حسنٰی (اچھے اچھے نام) اللہ ہی کے ہیں، ان ناموں کے ذریعہ (اللہ کی تسبیح وتحمید وتکبیر یعنی ذکر الٰہی کے ذریعہ) اس سے دعائیں مانگو۔ ۲) اپنے کسی مقبول عمل مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، ذکر اور تلاوت قرآن کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا، جیسا کہ بخاری ومسلم میں مذکور موضوع بحث حدیث میں تفصیل سے ذکر کیا گیا۔ ۳) کسی مقرب بندے مثلاً قیامت تک آنے والے انس وجن کے نبی ورسول ﷺ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنا۔

پہلی دو شکلوں کے جواز پر پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے، لیکن تیسری شکل کے متعلق علماء کرام کا اختلاف ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے اس کو شرک قرار دے کر اس کے عدم جواز کا فتویٰ جاری کیا، جبکہ علماء کی دوسری جماعت نے مسئلہ مذکورہ کو قرآن وحدیث سے مدلل کر کے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اس کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ توسل بالنبی ﷺ کو شرک

قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ کے ذریعہ دعا مانگنے میں اللہ تعالیٰ ہی سے دعا مانگی جاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگنے والا صرف یہ یقین رکھتا ہے کہ اِس کے ذریعہ اُس کی دعا کا بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت پانے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ ہاں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاؤں کی قبولیت کے لئے وسیلہ شرط نہیں ہے، مگر مفید اور کارگر ضرور ہے۔ علماء کرام کی دوسری جماعت نے نبی کے وسیلہ سے دعا کرنے کے جواز کے لئے قرآن وحدیث کے متعدد دلائل پیش کئے ہیں، جن میں دو احادیث پیش خدمت ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کبھی قحط پڑتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعاء استغفار کرتے۔ آپ (حضرت عمرؓ) فرماتے کہ اے اللہ! ہم اپنے نبی کو وسیلہ بناتے تھے اور (حضور اکرم ﷺ کی برکت سے) آپ (اللہ تعالیٰ) بارش برساتے تھے۔ اب ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں، آپ بارش برسائیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خوب بارش برستی۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الاستسقاء۔ باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا) اسی طرح صحیح بخاری وصحیح مسلم میں وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں ایک بار قحط پڑا۔ حضور اکرم ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی نے کہا یا رسول اللہ! مال تباہ ہوگیا اور اہل وعیال دانوں کو ترس گئے۔ آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے۔ اس وقت بادل کا ٹکڑا بھی آسمان پر نظر نہیں آرہا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے ابھی آپ نے ہاتھوں کو نیچے بھی نہیں کیا تھا کہ پہاڑوں کی طرح گھٹا امڈ آئی اور ابھی

آپ ﷺ منبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ ﷺ کی داڑھی مبارک سے ٹپک رہا تھا۔اس دن،اس کے بعد اور پھر متواتر آئندہ جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ دوسرے جمعہ کو یہی اعرابی پھر کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عمارتیں منہدم ہو گئیں اور مال واسباب ڈوب گئے۔آپ ہمارے لئے دعا کیجئے۔آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اے اللہ!اب دوسری طرف بارش برسایئے اور ہم سے روک دیجئے۔آپ ﷺ ہاتھ سے بادل کے جس طرف بھی اشارہ کرتے ادھر مطلع صاف ہو جاتا۔(صحیح بخاری۔کتاب الجمعہ۔ باب الاستسقاء فی الخطبہ یوم الجمعہ)معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام مصیبت کے وقت حضور اکرم ﷺ کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔

علماء کی پہلی جماعت نے ان دونوں احادیث کا یہ کہہ کر جواب دیا ہے کہ اس میں زندہ شخص کے ذریعہ وسیلہ کا ذکر ہے۔اس پر دوسری جماعت نے جواب دیا کہ قرآن وحدیث میں کسی بھی جگہ یہ مذکور نہیں ہے کہ زندوں کے وسیلہ سے دعا مانگی جاسکتی ہے،مردوں کے وسیلہ کے ذریعہ نہیں۔اور اس نوعیت کی تخصیص وتعیین کے لئے قرآن وحدیث کی دلیل مطلوب ہے اور وہ موجود نہیں ہے۔غرضیکہ حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ کے ذریعہ دعا مانگنے کے جواز اور عدم جواز کے متعلق علماء کی آراء مختلف ہیں۔اس اختلاف کو جھگڑا نہ بنایا جائے۔جواز کے قائلین حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگتے رہیں۔اور عدم جواز کے قائلین آپ ﷺ کے وسیلہ سے دعا نہ مانگے۔اسی طرح امت مسلمہ میں اتفاق واتحاد ہو سکتا ہے،جس کی اس زمانہ میں سخت ضرورت ہے۔

موضوع بحث حدیث میں تین نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا مانگی گئی۔ ا)والدین کی خدمت

۲) اللہ کے خوف کی وجہ سے زنا سے بچنا۔ ۳) حقوق العباد کی کما حقہ ادائیگی اور معاملات میں صفائی۔

والدین کی خدمت:

قرآن میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اپنی توحید وعبادت کا حکم دینے کے ساتھ والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے، جس سے والدین کی اطاعت ان کی خدمت اور ان کے ادب واحترام کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے۔ احادیث میں بھی والدین کی فرمانبرداری کی خاص اہمیت وتاکید اور اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا بنائے۔ ان کی فرمانبرداری کرنے والا بنائے۔ ان کے حقوق کی ادائیگی کما حقہ ادا کرنے والا بنائے۔

شرمگاہ کی حفاظت:

اللہ تعالیٰ نے جنسی خواہش کی تکمیل کا ایک جائز طریقہ یعنی نکاح مشروع کیا ہے۔ سورۃ المؤمنون کی ابتدائی آیات میں انسان کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ ہم جائز طریقہ کے علاوہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ ان آیات کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میاں بیوی کا ایک دوسرے سے شہوت نفس کو تسکین دینا قابل ملامت نہیں بلکہ انسان کی ضرورت ہے۔ لیکن جائز طریقہ کے علاوہ کوئی بھی صورت شہوت پوری کرنے کی جائز نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جائز طریقہ کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زنا کے قریب بھی جانے کو منع فرمایا ہے۔ (سورۃ الاسراء ۳۲) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آنکھ بھی زنا کرتی ہے

اوراس کا زنا نظر ہے۔آج روزمرہ کی زندگی میں مرد وعورت کا کثرت سے اختلاط،مخلوط تعلیم، بے پردگی، TV اور انٹرنیٹ پر فحاشی اور عریانی کی وجہ سے ہماری ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ ہم خود بھی زنا اور زنا کے لوازمات سے بچیں اور اپنے بچوں، بچیوں اور گھر والوں کی ہر وقت نگرانی رکھیں کیونکہ اسلام نے انسان کو زنا کے اسباب سے بھی دور رہنے کی تعلیم دی ہے۔ زنا کے وقوع کے بعد اس پر ہنگامہ، جلسہ وجلوس ومظاہروں کے بجائے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق حتی الامکان غیر محرم مرد وعورت کے اختلاط سے ہی بچا جائے۔

حقوق العباد کی ادائیگی اور معاملات میں صفائی:

ہمیں حقوق العباد کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے ۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی پیسہ اور دنیا کا سامان نہ ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن بہت سی نماز، روزہ، زکوٰۃ (اور دوسری مقبول عبادتیں) لے کر آئے گا مگر حال یہ ہوگا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا یا کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو اس کی نیکیوں میں سے ایک حق والے کو (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی، ایسے ہی دوسرے حق والے کو اس کی نیکیوں میں سے (اس کے حق کے بقدر) نیکیاں دی جائیں گی۔ پھر اگر دوسروں کے حقوق چکائے جانے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو (ان حقوق کے بقدر) حقداروں اور مظلوموں کے گناہ (جو انہوں نے دنیا میں کئے ہوں گے) ان سے لے کر اس شخص پر ڈال دئے جائیں گے، اور پھر اس شخص کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم)

مذکورہ بالا حدیث میں تینوں شخص کے واقعات میں اللہ تعالیٰ کا خوف، اس سے امید اور اس کی رضا مندی کا حصول ہی کارفرما ہے۔ یعنی پوری رات دودھ کا پیالا لے کر والدین کے پاس کھڑے رہنا اور اپنی و اولاد کی بھوک کے باوجود والدین سے پہلے خود دودھ پینے سے رکے رہنا، اپنی محبوبہ سے مکمل قدرت کے باوجود زنا سے بچنا اور تمام اونٹ، گائیں، بکریاں اور خدام اپنی حاجت کے باوجود بغیر کسی معاوضہ کے پیش کر دینا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کا خوف، اس سے امید اور اس کی رضا مندی کے حصول کے لئے کیا گیا۔ ہمیں بھی ہمیشہ یہی خیال رکھنا چاہئے کہ ہمیں اپنی زندگی کے ہر ایک لمحہ کا حساب خالق کائنات کو دینا ہے جو ہمارے ایک ایک پل سے واقف ہے۔ ہمیں صرف اسی کی رضا مندی مطلوب ہونی چاہئے۔

تین زبانوں میں دنیا کی پہلی حج و عمرہ موبائل ایپ

Word's First Hajj & Umrah Mobile Application in 3 Languages

تین زبانوں میں دنیا کی پہلی اسلامی موبائل ایپ

Word's First Islamic Mobile Application in 3 Languages

ISBN: 9780995788505